ماہنامہ

المرشد

چکوال

جون
2004ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

بعثتِ محمد رسول اللہ ﷺ کا آفاقی پیغام گلی گلی پہنچایا جائے

امیر محمد اکرم اعوان کا منارہ میں جلسہ عام سے خطاب

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جون 2004ء ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۲۵ھ

جلد نمبر 25 ✲ شمارہ نمبر 11

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

حافظ عتیق الرحمان ✲ اعجاز احمد اعجاز

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1- (اداریہ)	محمد اسلم	3
2- انٹرویو (امیر محمد اکرم اعوان)	اقبال قاسم	4
3- ''نقارہ'' نیا عنوان آفاقی پیغام	ضمیر حیدر	12
4- جلسہ بعثتِ رحمت عالمؐ سے شیخ المکرم کا خصوصی خطاب	امیر محمد اکرم اعوان	13
5- عہد حاضرہ اور قیام امن	امیر محمد اکرم اعوان	23
6- نیا نصاب، پرانی دشمنی	آسیہ اسد اعوان	30
7- اجتماع کے آداب	امیر محمد اکرم اعوان	34
8- دنیا کے معیاری اور مثالی انسان	حافظ عبدالرزاق	43
9- کلامِ شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	54
10- شیخ سے توقعات	امیر محمد اکرم اعوان	55

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365

ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے-ٹی-ایم-بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ، فیصل آباد - فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور - فون 042-5182727

اسرارالتنزیل

پہلی اقوام نے بھی سائنس وغیرہ میں بہت ترقی کی تھی

پہلی اقوام نے بھی سائنس اور علوم دنیا میں بہت ترقی کی تھی آج کتنے آثار ایسے ملتے ہیں کہ جو کام انہوں نے اس دور میں کر دکھائے انسان آج کی ساری ترقی کے باوجود نہیں کر سکتا۔ ہم نے ان کو بھی سماعت و بصارت دی تھی یعنی کمالاتِ مادی کے حصول کے ذرائع بخشے تھے اور قلب بھی دیا تھا یعنی روحانی کمالات کی استعداد بھی لیکن انہوں نے ان سب سے عظمت الٰہی کو جاننے اور معرفت باری کو حاصل کرنے کا کام نہ لیا صرف دنیاوی نعمتیں مال و دولت یا حکومت و اقتدار کے حصول میں لگے رہے تو ان کمالات کا محض ان کے پاس ہونا ان سے عذاب دور نہ کر سکا ان کے کسی کام نہ آیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کی مخالفت کی اور مذاق اڑایا چنانچہ وہ عذاب جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر واقع ہو گیا اور ان کی تباہی کا باعث بن گیا۔

الاحقاف آیت نمبر ۲۶

اداریہ
بعثتِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا علاج

عقیدت اور اظہار محبت کے انداز مختلف ضرور ہیں مگر ربیع الاول کے آغاز ہی سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں سجی محفلیں نہ صرف خوش آئند' حوصلہ افزا' اور باعث طمانیت ہیں بلکہ اس امر کا واضح ثبوت بھی ہے کہ ابھی اس دھرتی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا موجود ہی نہیں اکثریت میں بھی ہیں اگرچہ منتشر' منقسم' گروہوں میں بکھرے اور فرقوں میں بٹے ہوئے .... ایک عام مسلمان اُمت کا دکھ اور پوری شدت سے محسوس کر رہا ہے مگر بے بس' مجبور' مایوس' لاعلم اور حقیقی راہنمائی سے محروم ہے .... برکاتِ نبوتؐ بانٹنے کے عظیم تر اور حساس ترین منصب پر فائز سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے روحانی پیشوا نے یہ سب کچھ محسوس کرتے ہوئے ملکی تاریخ میں پہلی بار بعثتِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منفرد عنوان سے ایک جلسہ عام منعقد کر کے امت مسلمہ کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نکتہ ہے جو اتحاد کی بنیاد، مسائل کا حل' کامیابی کا زینہ اور نجات کا ضامن ہے۔ بعثت عالی صلی اللہ علیہ وسلم پر نصیب ہونے والے ''دولت ایمانی کے ہتھیار'' کے زور پر ہی عرب کے صحرا نشینوں نے اللہ کی زمین کو اللہ کے نور سے بھر کر' طاقت اور اقتدار کے نشہ میں بدمست اُس دور کے جھوٹے خداؤں کو گردنوں سے پکڑ کر عوام کی صفوں میں کھڑا کر کے انصاف سب کے لئے .... حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کے لئے .... اور اطاعت فقط اللہ کے رسولؐ کے لئے مخصوص کر دی تھی۔ اس پر فتن دور میں بھی ظلم و بربریت کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے اور موجودہ دور کے قیصر و کسریٰ کے تکبر کو خاک میں ملانے کیلئے آج بھی بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک پرائیویٹ چینل کا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی سے خصوصی انٹرویو

قرضے کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک امریکہ ڈیکلیئر کیا گیا ہے۔

2 مئی 2004ء کو بعثتِ رحمت عالم ﷺ کانفرنس کے تاریخی موقع پر ایک پرائیویٹ چینل نے ملکی اور بین الاقوامی صورتحال پر امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ لعالی کا خصوصی انٹرویو کیا جو قارئینِ "المرشد" کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

انٹرویو: اقبال قاسم
محمد صلاح الدین۔ انجم عالم

ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں موقع فراہم کیا کہ عالم اسلام کی جو صورت حال اس پر ہمارے ناظرین کو نہ اپنی رائے سے آگاہ کریں بلکہ ان کے مسائل کے حل کیلئے بھی کوئی تجویز دیں تاکہ ساری قوم جو مشکلات کا شکار ہے ان سے نکل سکیں۔۔

سوال:- 11 ستمبر 2001ء کے واقعات کے پس منظر میں گذشتہ تین سالوں میں مسلمانوں میں ایک قوم کی حیثیت سے یہ احساس بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ وہ تنزلی کی طرف جا رہے ہیں وہ کسی ایسی قیادت کے منتظر ہیں جو اس ساری صورت حال میں ان کی صحیح راہنمائی کر سکے، دوسری جانب مسلمان حکمرانوں کی جانب سے جن رویوں کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک اور مسلمان دنیا کے لئے بڑا المیہ ہے۔ او۔ آئی۔ سی جو مسلمان حکمرانوں کی تنظیم ہے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم وزیادتی کے باوجود خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے تو آپ اس ساری صورت حال کو کس طرح دیکھتے ہیں!؟

جواب:- الحمدالله وکفی وسلام علی عبادالذین نستفی اعوذ باللّٰہ شیطن الرحیم o بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم o

الحمد اللہ آپ نے بہت اہم سوال پوچھا ہے۔ گیارہ ستمبر کے حوالے کو سمجھنے کے لئے ہمیں تھوڑا سا اُس سے پیچھے جانا پڑے گا کہ افغانستان میں جب روس کے خلاف جہاد ہو رہا تھا اور امریکہ بھی بھرپور مدد کر رہا تھا تو اس وقت امریکہ کے ایک سابق صدر رچرڈ نکسن نے اپنی یادداشیں قلم بند کیں اور ان یادداشتوں میں وہ لکھتا ہے کہ ہم جتنی طاقت ضائع کر رہے ہیں سوشلزم کے خلاف یہ صحیح نہیں کر رہے ہمارے لئے اصل خطرہ جو ہے وہ اسلام ہے۔ اور اسلام چونکہ ایسے ابدی اصول پیش کرتا ہے جو پوری دنیا کیلئے ہیں تو جو تہذیب جسے وہ تہذیب سمجھتے ہیں ہماری ہے اس کے لئے بڑا خطرہ شوشلزم نہیں بلکہ اسلام ہے اور ہمیں عالم اسلام کی خبر لینی چاہئے۔ جب حالات بدلے اور 11 ستمبر 2001ء کا واقعہ پیش آیا اگرچہ 11 ستمبر کا واقعہ خود اپنے اندر بہت سے سوال رکھتا ہے اگر واقعی جہاز ٹکرانے سے اتنی بڑی عمارت میں آگ لگ سکتی تھی، جہاز میں بے شمار پٹرول ہوتا ہے وہ شاید اتنا گرتا کہ نیچے آگ لگ جاتی لیکن اتنی بڑی عمارت جس میں 100 سے زائد منزلیں ہیں اس عمارت کو کھڑا کرنے کے لئے اس میں بے شمار دھاتیں لوہا، سیمنٹ، بجری اور مختلف نوعیت کا دوسرا سامان استعمال کیا جاتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا کہ جہاز ٹکرانے سے وہ عمارت گر جاتی اور اگر جہاز کے ٹکرانے سے گرتی تو اُسے ایک ستون کی

> امریکہ کے ایک سابق صدر رچرڈ نکسن نے اپنی یادداشیں قلم بند کیں اور ان یادداشتوں میں وہ لکھتا ہے کہ ہم جتنی طاقت ضائع کر رہے ہیں سوشلزم کے خلاف یہ صحیح نہیں کر رہے ہمارے لئے اصل خطرہ جو ہے وہ اسلام ہے

طرح ایک سائیڈ پر گر جانا چاہئے تھا جبکہ آپ نے بھی دیکھا ہوگا' میں نے بھی دیکھا اور آج بھی دیکھا جا سکتا ہے متعدد بار وہ ٹیلی ویژن پہ ٹیلی کاسٹ ہوتا رہا ہے کہ عمارت اس طرح گری ہے کہ اُس کی ایک ایک اینٹ الگ ہو کر اس طرح نیچے گئی ہے جس طرح گنجان آبادیوں میں عمارتیں بارود سے باقاعدہ گرائی جاتی ہیں تو یہ ایک بنیادی سوال ہے ایک سوال اور بھی ہے مثلاً اُس عمارت میں جو دفاتر تھے ان میں پانچ ہزار یہودی افراد ملازم تھے اور جس دن عمارت گرتی ہے اُس دن اُن میں سے ایک بھی ڈیوٹی پر نہیں تھا پھر ایک عجیب بات یہ ہے کہ القاعدہ کا نام لیا گیا اور بتایا گیا کہ افغانستان میں اس کا مرکز ہے تو افغانستان میں تو میرے خیال میں ان کے پاس دانت صاف کرنے کے لئے ٹوتھ پیسٹ بھی نہیں تھا تو پھر اتنا بڑا انتظام کیسے ممکن ہوا۔ پھر جس جگہ واردات ہوتی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سارا نیٹ ورک نیویارک بیس پہ ہونا چاہئے تھا جو وہاں سے جہاز اغوا کرتا ہے اور ٹکراتا ہے تو نیویارک میں تو کوئی تحقیقات کی نہیں گئی سیدھا سیدھا ملبہ ڈال دیا گیا افغانستان پہ اور مسلم ممالک پر اور القاعدہ کا نام دے دیا گیا؟ ہوگی کوئی القاعدہ بھی لیکن اس 11 ستمبر کے واقعہ سے پہلے ہم نے چھوٹی چھوٹی تنظیموں کے نام بھی پڑھے اخبارات میں مگر القاعدہ کا نام نہیں سنا۔ تو میری ذاتی رائے میں یہ ایک کوشش تھی جو جان بوجھ کر کی گئی اور اس کے پیچھے یہودی ذہن کام کر رہا تھا کہ مغرب کو مسلمانوں سے لڑا کر مسلمانوں کی طاقت کو ختم کیا جائے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کی طاقت کو مسلمان ہونے کے باوجود ہم نہیں سمجھتے لیکن اسلام کے دشمن اس بات سے آگاہ ہیں کہ کسی وقت بھی مسلم دنیا اپنے اُن بنیادی اصولوں کی طرف پلٹ آئی جو اسلام اسے سکھاتا ہے تو پھر شاید کفر کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی۔

اس کا جو دوسرا پہلو ہے میں سمجھتا ہوں مثبت ہے۔ افغانستان تباہ ہو گیا اور لاکھوں بے

> ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کی طاقت کو مسلمان ہونے کے باوجود ہم نہیں سمجھتے لیکن اسلام کے دشمن اس بات سے آگاہ ہیں کہ کسی وقت بھی مسلم دنیا اپنے اُن بنیادی اصولوں کی طرف پلٹ آئی جو اسلام اسے سکھاتا ہے تو پھر شاید کفر کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی۔

گناہ لوگ مارے گئے خواتین' بوڑھے' بچے ایک ملک ہی پورا تباہ ہو گیا یہی حشر عراق کا ہوا بے پناہ تباہی' بربادی جو اب تک ہو رہی ہے تو کیا یہ 11 ستمبر کے بعد ہی مسلمانوں پر زوال آیا ورنہ جو کچھ سیشان میں ہوا کسوو میں ہوا' جو کچھ الجزائر میں ہوا اور جو کچھ فلسطین میں ہو رہا ہے اس سارے کے ساتھ گیارہ ستمبر نہیں ہے اگر ہے تو وہی جملہ مسلمانی ہے لیکن اس کا ایک فائدہ بھی ہوا اگر چہ وہ اب تک مکمل طور پر سامنے نہیں آیا لیکن اُس کی بنیاد جو پڑ گئی ہے کہ افغانستان میں حکومتیں نہ رہیں حکمران نہ رہے مگر عام مسلمان آج تک اپنے حق کے لئے امریکہ سے دست وگریباں ہے اور جہاد کئے جا رہا ہے۔ عراق کا یہی حال ہوا کہ جو تنخواہ دار فوج تھی اور جرنیل تھے اور جو بڑے بڑے حکومت کے ستون بنے ہوئے تھے وہ تباہ ہوئے مگر عام آدمی نے جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا اور ایک بنیادی فلسفہ جو تھا کہ آپس کی جو چھوٹی چھوٹی فروعی تقسیم ہے جو ہم نے چھوٹے چھوٹے فرقے بنا رکھے ہیں یہ اپنی جگہ ہے اسکو مٹانے یا ضم کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو بندے کا تعلق ہے رب العالمین کے ساتھ ہے اُس نے اپنا حساب خود دینا ہے وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے' ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتا ہے' رفع یدین کرتا ہے' نہیں کرتا یہ جواب اُس نے اللہ کریم کو دینا ہے ہم اُس کا حساب لینے والے نہیں ہیں۔ ہمارا اُسکا رشتہ ایمان کا ہے لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کا ہے اس پر وہ قائم ہے حلال وحرام پر قائم ہے' جائز ناجائز پر قائم ہے تو پھر چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ کر کفر کے مقابلے میں صف بندی کی جائے جو قرآن کا حکم ہے اور عراق میں پہلی بار آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایسا ہوا میرا ایک کالم بھی آیا تھا اخباروں میں اور جس کا عنوان ہی میں نے رکھا تھا ''بش محسن اسلام'' کہ جارج ڈبلیو بش جو کچھ کر رہے ہیں وہ ایک خوابیدہ قوم پر احسان ہے کہ اگر وہ جھنجھوڑنے سے نہیں جاگتی تو اس کا سر کاٹا جائے کہ کہیں تو درد ہوگا کبھی تو بیدار ہوگی دوسرا اس کا ایک بڑا عجیب نتیجہ سامنے آیا جو میں

نے اُس وقت بھی کہا تھا جب پہلے انہوں نے عراق پر چڑھائی کی تھی اُس وقت بھی ان کا خیال تھا کہ اسکے سارے معاوضات عرب ممالک دیں گے تو عرب ممالک نے تو چیک ہی دینے تھے سرمایہ تو وہی تھا جو پہلے ہی امریکی معیشت میں رواں دواں تھا اُسکا سیٹ بیک بھی امریکہ کو آیا اور امریکہ کی اپنی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی صورت حال یہ ہے کہ 5-32 فیصد لوگ جو ہیں وہ فٹ پاتھ پر سوتے ہیں اور مانگ کر کھاتے ہیں بیروزگاری جو ہے وہ 40 فیصد تک چلی گئی ہے اور قرضے کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک امریکہ ڈیکلیئر کیا گیا ہے تو وہ جو ایک معاشی نقصان امریکہ کو ہوا وہ شائد بڑی دیر تک اسکو پورا نہ کر پائے اور اس کے ساتھ ایک اندازاُس کا یہ ہوا' آپ کی یہ بات درست ہے کہ حکمرانوں نے یا حکومتوں نے تو اس پر بیان دینا بھی مناسب نہیں سمجھا لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ ہر مسلمان کا دل جو ہے اُس میں جذبات ابھر رہے ہیں دنیا کے کسی ملک میں ہو مشرق میں مغرب میں مڈل ایسٹ میں یا خود امریکہ یا یورپ میں رہنے والا مسلمان جو ہے وہ بھی۔ آپ اندازہ کیجئے ہم نے خود مشاہدہ کیا کہ ایک امریکی شہری جہاں بھی جاتا ہے وہ ایک بڑا معتبر آدمی ہے امریکی پاسپورٹ بڑا قابل احترام ہے وہ کہیں جائے اُسکی عزت ہوتی ہے وہاں سے امریکی اب یہاں پہنچ گیا کہ امریکی شہری دنیا کے کسی ملک میں محفوظ نہیں ہے اور دنیا کے کسی ملک میں اُن کے لئے کوئی اچھے جذبات نہیں ہیں اور اُن سے نفرت کی جاتی ہے ابھی چند دنوں پہلے جو فوٹو آئے ہیں اُن کے تابوتوں کے وہ تو خیر خود امریکہ پر اثر پڑا لوگوں نے شور کیا کہ ہمیں بتایا نہیں جاتا اتنے لوگ کیوں مروائے جا رہے ہیں؟ اس کے بعد جو تصاویر آئیں جس طرح سے وہ ٹارچر کر رہے ہیں عراقیوں کو تو انہوں نے میرے خیال میں غیر مسلم ممالک میں بھی امریکیوں کے خلاف ایک نفرت پیدا کر دی ہے یہ کیا شرافت ہے! کتنی بیہودگی سے اور کتنے

> **امریکہ کی صورت حال یہ ہے کہ 5-32 فیصد لوگ جو ہیں وہ فٹ پاتھ پر سوتے ہیں اور مانگ کر کھاتے ہیں بیروزگاری جو ہے وہ 40 فیصد تک چلی گئی ہے اور قرضے کے اعتبار سے دنیا میں سب سے زیادہ مقروض ملک امریکہ ڈیکلیئر کیا گیا ہے**

ظالمانہ طریقے سے قیدیوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے۔ تو اس 11 ستمبر کے دو پہلو ہیں ایک تو اس کا پس منظر ہے کہ وہ اسلام سے خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں اور آپ کو یاد ہوگا شاید آپ نے سُنا ہو میں نے یہ جملہ امریکی صدر بش کی زبان سے سنا تھا کہ وہ ایک تقریر ٹیلی ویژن پر آ رہی تھی کہ

They are going to finish our culture around the glob.

جب ان سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کیوں پڑ گئے ہیں اس چھوٹی سی مملکت افغانستان کے پیچھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک ایسی ریاست بنانا چاہ رہے تھے جو ہماری تہذیب کو روئے زمین سے مٹا دینا چاہتی تھی تو یہ دو اس کے پہلو ہیں ایک تو وہ ایسا کرنا چاہتے تھے اور اس میں مسلمانوں کا نقصان ہوا اور اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ وہ ہماری بیداری کا سبب بن رہا ہے۔ الحمداللہ۔

سوال :- اعوان صاحب ابھی بات ہو رہی ہے اور امریکہ نے پاکستان کو دھمکی دی ہے کہ اگر آپ نے آپریشن نہیں کیا اور اُسامہ کو گرفتار کر کے نہیں دیا تو ہم اپنی فوجیں داخل کر دیں گے تو آپ کیا سمجھتے ہیں اگر امریکہ کی فوجیں داخل ہوتی ہیں تو اس کا کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب :- یہ حکومتوں' حکمرانوں اور سیاستدانوں کی جو دھمکیاں ہوتی ہیں ان کو آپ اتنی سنجیدگی سے نہ لیا کریں جو ایک بین الاقوامی ماحول ہوتا ہے اُس میں اپنی ایک ساکھ رکھنے کے لئے اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں میں یہ نہیں سمجھتا کہ امریکی اتنے بے وقوف ہیں کہ وہ اپنی فوجیں پاکستان میں داخل کر دیں گے اس لئے کہ جو کچھ اُن کے ساتھ افغانستان میں ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے ساتھ عراق میں ہو رہا ہے اُس کا بھی ملبہ وہ معاشی اور قرض کے اعتبار سے سعودی حکومت پر ڈال رہے ہیں اور افراد کے اعتبار سے وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی وہاں بھی لڑ رہے ہیں اب اگر یہ بات انہیں کھٹکتی ہے کہ کسی اور ملک میں وہ مداخلت کریں تو پاکستانی وہاں جا

گروہ جہاد کر سکتے ہیں تو بجائے خود وہ پاکستان میں داخل ہوں میں نہیں سمجھتا وہ ایسا کریں گے اور خدانخواستہ اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ ان کے لئے بڑا شدید ثابت ہوگا اور پاکستان کا ایک ایک بندہ ان کے لئے بڑا سخت ثابت ہوگا۔

سوال :- اکرم اعوان صاحب عراق میں جس طرح امریکہ شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور کئی ممالک نے اپنی فوجیں بھی واپس بلا لی ہیں اب امریکہ نے اسلامی ممالک پر دباؤ ڈالا ہے کہ وہ اپنی فوجیں عراق میں بھیجیں اور عراق میں جو شدید مزاحمت ہو رہی ہے اس کے خلاف ان کا ساتھ دیں تو اس سلسلے میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان سمیت اسلامی فوجیں عراق جا سکتی ہیں یا امریکی دباؤ کا کوئی واضح جواب دے سکتی ہیں؟

جواب :- امریکہ نے جب عراق پر حملہ کیا تو یہ بات تو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ نہ تو اُس نے مسلم ممالک سے مشورہ کیا اور نہ اقوام متحدہ سے اجازت لینا ضروری سمجھا بلکہ یہ اُس کا ذاتی فیصلہ تھا اب جو فوجیں گئیں وہ امریکہ سے دوستی اور تعلقات کی بنیاد پر گئیں اُس میں کوئی بین الاقوامی فیکٹر نہیں تھا کہ وہاں فوجیں دوسرے ممالک بھیجیں۔ اب جب مختلف ممالک نے دیکھا کہ امریکہ نے جو اندازے لگائے وہ غلط ثابت ہو رہے ہیں اور ہمارے فوجی بلاوجہ بلا مقصد مارے جا رہے ہیں تو ایک ایک کر کے واپس جا رہے ہیں امریکہ کے پاس کوئی جواز نہیں ہے کہ وہ مسلم ممالک سے کہے کہ وہ اب اپنی فوجیں بھیجیں یا تو اُس وقت مسلم ممالک سے مشورہ کیا ہوتا اور جو اعتراضات امریکہ کو تھے اُس میں اگر مسلم ممالک کی فوجیں یا سکالر جاتے تو کوئی بہتر صورت نکالی جا سکتی تھی۔ اب تو امریکہ کے پاس کوئی اخلاقی اور قانونی جواز ہی نہیں ہے کہ وہ مسلم ممالک سے کہے کہ وہ اپنی فوجیں عراق بھیجیں ہاں اہل عراق اگر کہیں کہ ہمیں مسلم ممالک کی فوجوں کی ضرورت ہے تو

جب سیاسی جماعتیں اتنی ان پاور ہیں کہ اپنی حکومتیں بنا سکتی ہیں تو ان کی توجہ مسائل کی طرف کیوں نہیں جاتی وہ ملک وقوم کے مسائل حل کیوں نہیں فرماتے پھر انہیں فرد واحد پر کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے

میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ وہ اس حال میں ہیں کہ امریکہ اگر وہاں سے چلا جاتا ہے اور عراق کے لوگ درخواست کرتے ہیں کہ مسلمان بھائی ہماری مدد کو آئیں اور انتظام و انصرام میں یا ہمارا ڈھانچہ نئے سرے سے بنانے میں ہماری مدد کریں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے ورنہ تو اس کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز نہیں۔

سوال :- حضرت صاحب آپ نے جو گفتگو فرمائی اور ہمارے جن سوالات کے جوابات دیئے میں اُس تناظر میں آپ کی توجہ پاکستان کے رویوں پاکستان کے حکمرانوں کے رویوں اور پاکستان کی سیاسی جماعتوں کے رویو کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان نے امریکہ کی افغانستان میں مداخلت پر جو طرز عمل اختیار کیا وہ کس حد تک صحیح تھا؟ اور اس کے بعد ملک میں متنازعہ جمہوریت کی بحالی کا عمل ہوا اور مختلف سیاسی جماعتوں نے جن رویوں کا مظاہرہ کیا یہ ساری صورت حال ہمیں کس جانب لے جا رہی ہے؟

جواب :- کسی بھی ملک میں فوج کا اقتدار پر قبضہ کرنا کوئی بہتر صورت حال نہیں ہوتی ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان جو تاریخ ہے اس میں شائد آدھا وقت یا اُس سے بھی کچھ زیادہ ہی فوجی اقتدار کا ہے اور ہر عہد کے ہی مختلف انداز ہیں بات موجودہ عہد کی کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کچھ اچھائیاں بھی ہیں جیسے بہت کم وقت میں صرف تین سالوں میں سیاسی جماعتوں کو کام کرنے کی اجازت مل گئی اور پاکستان کے تمام طبقوں کے لوگ اقلیتوں سمیت اسمبلیوں میں اور سینٹ میں پہنچ گئے اب اس سے آگے کی جو بات ہے تو پھر بال چلا جاتا ہے سیاستدانوں کے کورٹ میں کہ اسمبلیاں بن گئیں سینٹ بن گئی اور سیاسی جماعتیں اتنی طاقتور ہو گئیں کہ ایک صوبے میں مسلم لیگ ''ق'' کی حکومت ہے ایک صوبے میں کولیشن بن گئی، سرحد اور بلوچستان میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت ہے تو جب سیاسی جماعتیں اتنی ان پاور ہیں کہ اپنی حکومتیں بنا سکتی ہیں تو ان کی توجہ مسائل کی طرف کیوں نہیں جاتی وہ ملک وقوم کے مسائل حل کیوں نہیں فرماتے پھر انہیں فرد واحد پر کیوں

چھوڑ دیا جاتا ہے؟ اور اگر اس کا جواب یہ دیں جیسا کہ میری اُن سے بات ہوتی رہتی ہے تو وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ ہمیں بنا تو دیا گیا ہے لیکن ہمارے پاس اختیار نہیں ہیں تو میں انہیں بڑے آرام سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس اختیار نہیں ہیں تو پھر آپ استعفیٰ دے کر گھر کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ یہ جمہوریت نہیں ہے اگر آپ استعفیٰ نہیں دیتے اور مزے سے کام کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جو کچھ چاہئے وہ آپ کو مل رہا ہے۔ تو یہ جو خرابی ہمیں نظر آ رہی ہے اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہمارے آج کے سیاستدان پر ہے خواہ اُس میں مولانا صاحب آئیں، پیر صاحب آئیں یا کوئی عام دوسرا سیاستدان آئے۔ سیاست ہمارے ملک کی ایک ایسی ڈگر پر چلی گئی ہے کہ سیاستدان مسائل پر بات کرنے کی بجائے براہ راست اقتدار پر بات کرتے ہیں ایک بنیادی فرق ہے سوچ کا کہ آپ اسمبلی میں آتے ہیں، سینٹ میں آتے ہیں تو آپ کوشش کرتے ہیں کہ ہم نے جن باتوں پر الیکشن جیتا جو باتیں پبلک سے کیں جو وعدوں پر ہم نے ووٹ لئے اُن مسائل پر بات کریں معیشت پر بات کریں بیروزگاری پر بات کریں، ناانصافیاں ہو رہی ہیں انصاف نہیں مل رہا اُس پر بات کریں یہ دہشت گردی ہو رہی ہے جان، مال، عزت آبرو کا تحفظ نہیں ہے اُس پر بات کریں وہ ساری باتیں چھوڑ کر ساری سیاسی جماعتیں صرف اقتدار پر آ کر رُک جاتی ہیں اور یہ بڑی بدقسمتی ہے کیا کچھ ہو گیا! لیکن ہماری سیاسی جماعتوں کی توجہ اُس طرف نہیں ہے بلکہ خرابی میں حصہ دار ہیں۔

سوال:- اعوان صاحب ابھی سیاستدانوں کے حوالے سے بات ہو رہی تھی، وردی پر بات ہوئی اور اب پھر وردی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے حکومتی اتحادی جماعت کہتی ہے کہ صدر صاحب کو چاہئے کہ وردی نہ اتاریں ملک کی جو صورت حال ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟

> ایک شخص نے وردی کی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کیا، وردی کی طاقت سے وہ اپنے اقتدار کو چلا رہا ہے اب یہ اُس کی صوابدید پر ہے کہ کب وہ سمجھتا ہے کہ میں بغیر وردی کے بھی چلا سکتا ہوں اس میں میرے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے

جواب:- یہ جو بات وردی اتارنے یا نہ اتارنے کی ہے تو میرے خیال میں یہ تو لوگوں کی توجہ ہٹانے کا ایک ذریعہ ہے سیاستدانوں کے پاس اور ایک ایشو کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وزیر نے بیان دے دیا کہ جی وردی نہ اتاریں دوسرے نے دے دیا کہ نہیں جی اتار دیں گے اب اس کے ساتھ کچھ موافق اور کچھ مخالف سیاسی جماعتیں میدان میں کود پڑتی ہیں یہ ایک غیر ضروری موضوع ہے وردی کا ہونا یا نہ ہونا ایک آئینی اور دستوری معاملہ ہے جسے ہماری اعلیٰ عدالتیں بھی ضرورت کے تحت ادا کر دیتی ہیں حالانکہ کسی نظریہ ضرورت کی بنیاد ہمارے آئین اور دستور میں کہیں نہیں ہے اور اگر اعلیٰ عدالتوں کے اس نظریہ ضرورت کو مانا جائے تو پھر تو جو ڈاکہ ڈالتا ہے، چوری کرتا ہے اُس کے پاس بھی ایک ضرورت ہوتی ہے اُس کا بھی جواز پیدا ہو جاتا ہے یہ ایک قانونی بحث ہے اب رہی صورتحال تو صورتحال یہ ہے کہ ایک شخص نے وردی کی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کیا، وردی کی طاقت سے وہ اپنے اقتدار کو چلا رہا ہے اب یہ اُس کی صوابدید پر ہے کہ کب وہ سمجھتا ہے کہ میں بغیر وردی کے بھی چلا سکتا ہوں اس میں میرے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے اور دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ عام آدمی کی صحت پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا کہ صدر باوردی ہے یا بے وردی ہے میرے خیال میں اس بحث میں پڑنے کی بجائے اگر ملک میں ایک جمہوری عمل مضبوط ہو جائے اور سیاستدان اپنا اپنا کردار ادا کریں اور لوگ اپوزیشن میں رہنا بھی سیکھیں یعنی اگر اقتدار میں نہیں آئے تو چار سال یا پانچ سال جو اسمبلی کی مدت ہے اس میں جو اپوزیشن کا رول ہے وہ ادا کریں اور اپنے لئے یہ طے کر لیں کہ اگلے الیکشن تک ہم اپوزیشن میں ہیں۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ جو بھی ہارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ دھاندلی ہوئی، جو اپوزیشن میں جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں پرسوں حکومتی بنچ چھین لوں گا اور اس کے لئے حیلے حوالے ہوتے رہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی جو اصول ہیں اُن میں بھی وہ

درست نہیں ہیں جو اپوزیشن میں ہے اُسکو اپوزیشن کا رول ادا کرنا چاہئے اور حکومت سے اپوزیشن کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے کہ اپوزیشن حکومت کے ارکان کی گرفت کرتی ہے' مشورے دیتی ہے۔ بہت سے غلط کاموں سے روکتی ہے بہت سے اچھے کام کرواتی ہے تو یہ وردی کا پہننا اور اُتارنا میرے بھائی نہ یہ سیاستدانوں پر منحصر ہے نہ میری رائے پہ یہ جنرل صاحب کی ذاتی رائے پہ منحصر ہے کہ کب وہ سمجھتے ہیں کہ میں بغیر وردی کے بھی ملک چلاسکتا ہوں اور میرے خیال میں یہ جو مسلم لیگیوں کا ادغام ہو رہا ہے یہ اسی سمت پیش رفت ہو رہی ہے کہ ایک اتنی طاقت بن جائے کہ جس کے ہوتے ہوئے شائد وردی کی ضرورت نہ رہے۔ ہم نے جو کوشش کی تھی اس میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ ہم اقتدار چھیننا نہیں چاہتے بلکہ ہم چاہتے یہ ہیں کہ جو بھی اقتدار میں ہو وہ قواعد وضوابط کا خیال کرے اور عام آدمی کا خیال کرے اور اسے ایک صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ اس پر حکومت سے ہماری بات ہوئی اور پہلی بات جو ہوئی یہ ہوئی کہ بینک کو بلاسودی کیا جائے اور سود جو دیتا ہے بینک وہ بہت کم ہوتا ہے اور حلال بھی نہیں ہوتا اگر اُس میں شراکت ہو تو منافع بھی زیادہ آئے گا اور حلال بھی ہوگا تو اُس پر ہماری حکومت کی اور بینکاروں کی سب کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر ایک فارمولا طے پا گیا' بات سمجھ میں آ گئی حکومت نے آپ کو یاد ہوگا اعلان بھی کیا کہ اگلا مالی سال جو ہے وہ بلاسودی بینکاری سے شروع کریں گے۔ اسی دوران افغانستان پر امریکہ چڑھ دوڑا اور حالات بدلتے گئے تو الحمد اللہ اب آ کے حکومت نے اور نیشنل بینک آف پاکستان نے ایک تو دو بینک المیز ان اور ایک کسی اور نام سے شروع بھی کر دیئے ہیں بلاسودی اور یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ باقی بینک بھی اجازت لے کر بلاسودی برانچیں کھل سکتے ہیں تو اب اس کا مطلب ہے کہ بال پبلک کی

> ہم نے جو کوشش کی تھی اس میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ ہم اقتدار چھیننا نہیں چاہتے بلکہ ہم چاہتے یہ ہیں کہ جو بھی اقتدار میں ہو وہ قواعد وضوابط کا خیال کرے اور عام آدمی کا خیال کرے اور اسے ایک صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے

کورٹ میں چلا گیا کہ وہ اپنا سرمایہ سودی مد میں رکھنا چاہتے ہیں یا بلاسودی میں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جو شراکت کی بنیاد پر چل رہا ہے اُس میں لوگوں کو انشاء اللہ منافع زیادہ ملے گا تو عام آدمی کو بھی سمجھ آئے گی کہ مجھے میرے سرمایہ پر پہلے کچھ نہیں مل رہا تھا۔ تھوڑا بھی مل رہا تھا اور حرام بھی اور اب شراکت میں زیادہ بھی ہے اور حلال بھی چلو ابتدا تو ہوئی الحمدللہ اب انشاء اللہ یہ پہلے ہوگا۔ دوسرا ہمارا جو پوائنٹ تھا وہ تھا کہ زکوۃ کو سینٹرلائیز کیا جائے۔ تو ہمارے قومی بجٹ سے زیادہ زکوۃ عشر' قربانی کی کھالیں یہ چیزیں جمع ہو کر وہ سرمایہ جمع ہو جاتا ہے جس پر جو ہماری شریعت کورٹ ہے اُس نے کہا تھا کہ غیر ملکی سود جو ہے وہ زکوۃ سے نہیں دیا جا سکتا جو ہمارے بجٹ کے نصف سے کچھ زیادہ ہے جو ملکی بجٹ ہے اُس کے نصف سے کچھ زیادہ غیر ملکی سود ہے تو اگر اُس کا ریونیو اکٹھا کیا جائے سود کا۔ اب اُس کی ریشو وہ نہیں رہی اب کچھ کم ہو گیا ہے کچھ حکومت نے ادا کر لیا ہے لیکن اگر اتنا بھی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا ریونیو 50 فیصد رہ جائے۔ 50 فیصد زکوۃ کی مد سے پورا ہو جاتا ہے پھر اُس میں اتنا پیسہ بچ جاتا ہے کہ آپ تعلیم مفت کر سکتے ہیں' آپ علاج معالجہ مفت کر سکتے ہیں آپ بیروزگاری الاؤنس دے سکتے ہیں' بے گھر کو مکان دے سکتے ہیں وہ بہت سارا بچ جاتا ہے اب اللہ کرے اُس دوسرے مرحلے پر بھی عمل ہو چونکہ اُس کی پوری فائل تیار تھی کہ اسکو کس طرح روبہ عمل لایا جائے شعبے کس طرح بنائیں جائیں وہ مرکز سے لے کر ایک یونین کونسل لیول تک وہ بلیک اینڈ وائٹ میں بنا کر حکومت کو دیا تھا اب اللہ کرے اس بھیڑ میں اُس کی باری بھی آ جائے چونکہ اُس میں ملک کا فائدہ بھی ہے' عام آدمی کا فائدہ بھی ہے اور خود حکومت کا فائدہ بھی ہے۔

سوال:- امیر صاحب میرا یہ آخری سوال ہے اور اہم سوال بھی ہے پاکستان اور بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر ہونے کے مراحل میں یہ بازگشت بھی شدت سے سنی جا رہی ہے کہ پاکستان کو ایک لادینی معاشرے میں منتقل کرنے کی پوری کوشش روبہ عمل ہے اور اس سلسلے میں جو

باتیں کہی جا رہی ہیں اُس کا آغاز بھی جنرل پرویز مشرف صاحب کے اقتدار کے آغاز سے ملا ملایا جاتا ہے۔ جب انہوں نے ابتدائی دنوں میں یہ کہا تھا کہ کمال اتاترک ان کے آئیڈیل ہیں اور وہ ان کے طریقہ کار پر چل کر پاکستان کی تقدیر بدل دیں گے' دوسرے مرحلے میں انہوں نے انسانی وسائل کی ایک ٹاسک فورس بنائی تھی جس میں کسی بھی تعلیمی ادارے کو نہیں رکھا گیا اور اس کے اجلاس بوسٹن میں ہوئے اور اس ٹاسک فورس کی جو مالی مدد ہے وہ امریکہ نے کی' تیسرے مرحلے پر نجی بورڈ بنایا گیا اُس کی ذمہ داری بھی آغا خان فاؤنڈیشن کو دی گئی اور اب نصاب میں تبدیلی کا عمل بھی جاری وساری ہے' وزیر اس کا اعتراف تو کرتے ہیں' خاتون وزیر تعلیم جو ہیں وہ اس کی ذمہ داری قبول نہیں کرتی اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک منظم منصوبے سے اس تبدیلی کا عمل تیزی سے جاری ہے۔ آپ اسکو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب:- جہاں تک پاکستان اور بھارت کے خوشگوار تعلقات کی بات ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے کہ دو جو پڑوسی ممالک ہیں ہندوستان کو اپنے طرز حیات اور اپنی سوچ اور اپنے فلسفہ کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے۔ پاکستان کو اپنی بنیادی سوچ اور نظریہ کے مطابق رہنے کا حق ہے کوئی اس میں بھلائی نہیں کہ دو ملک آپس میں ٹکراتے رہیں اور لڑتے جھگڑتے رہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے لیکن میں ایک کاشتکار آدمی ہوں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ ہمارا زمینداروں کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا ہے ایک کہتا ہے کہ میرا یہ جو کھیت ہے اس کی حد یہاں تک ہے دوسرا کہتا ہے نہیں جی آپ کی حد پیچھے ہے اب اس پہ ہم ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں اور لڑائی پہ آمادہ ہوجاتے ہیں تو ہماری صلح کی بنیاد یہ بات بنتی ہے کہ کوئی دوسرا اس حد کو متعین کر دیتا ہے کہ جناب آپ جھگڑا نہ کریں حد یہ ہے اس پر صلح ہو جاتی ہے۔ پاکستان اور بھارت میں جھگڑا کس بات کا ہے؟ جھگڑے

> **جو بھی یہ سوچتا ھے کہ پاکستان کو لادینی ریاست بنالے گا وہ بالکل ھی غلط سوچتا ھے اور جتنے اقدامات اس طرح کیے کئیے جائیں گے ان کا شدید ردعمل آئے گا**

کا سبب ہے کہ پورے ''سب کانٹینینٹ'' میں وہ حق دیا گیا جو سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ نے دیا تھا کہ لوگ اپنی پسند سے جو پاکستان میں رہنا چاہئیں وہ پاکستان چلا جائے جو بھارت جانا چاہئے وہ بھارت چلا جائے تو اسی کا اطلاق کشمیر پر بھی ہوتا تھا اور کشمیریوں کو یہ حق نہ دیا گیا اور بھارت نے وہاں زبردستی قبضہ کر لیا کچھ تھوڑا سا حصہ مجاہدین نے اپنی قوت آزاد کرا لیا جسے ہم آج بھی آزاد کشمیر کہتے ہیں وہ اُسے اٹوٹ انگ کہتے ہیں۔ یہ بنیادی دھڑے بندی ہے جو دو ملکوں کے درمیان آ رہی ہے۔ جب تک آپ اس کا فیصلہ نہیں کرتے' فیصلہ اب کیا کرتے ہیں سارا ہندوستان کو دیتے ہیں' سارا پاکستان کو دیتے ہیں یا کسی کو بھی نہیں دیتے کوئی تیسرا لے جاتا ہے یہ الگ بات ہے لیکن جب تک کشمیر کا فیصلہ نہیں ہوگا ہندوستان اور پاکستان میں تعلقات خوشگوار ہو نہیں سکتے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ جو کوشش تھوڑی سی انہوں نے کی کہ کھیلیں ہوں' اُن کے وفد یہاں آئیں اور یہاں کے وہاں جائیں تو اس کا کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔ کافی حضرات مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ جو باتیں ہوئیں وہاں جا کر جو پروپیگنڈے ہوئے اور پاکستان نے اُن کی جو مہمان نوازی کی انہوں نے وہاں جا کر اس کا جو مذاق اڑایا تو اس کی وجہ ایک ہے کہ جو بنیادی نفرت اور وجہ دشمنی ہے وہ موجود ہے تو جب تک وہ وجہ درمیان سے دور ہی نہیں ہوتی اُس وقت تک اس سارے کا کیا فائدہ ہے۔

دوسری بات جو آپ نے ارشاد فرمائی جو بھی یہ سوچتا ہے کہ پاکستان کو لادینی ریاست بنالے گا وہ بالکل ہی غلط سوچتا ہے اور جتنے اقدامات اس طرح کے کیے جائیں گے ان کا شدید ردعمل آئے گا حکومتوں کو واپس جانا پڑے گا' واپس نہیں جائیں گے تو شائد حکومتوں کو سرے ہی سے جانا پڑ جائے۔ پاکستان کی رگوں میں نظریہ اسلام رچا بسا ہوا ہے۔ جن لوگوں نے گھر بار' مال جان اولاد نچھاور کیں بہت تکلیفیں اٹھائیں یا جن لوگوں نے یہاں قربانی دیں' یا ان جنگوں میں جتنے

لوگ شہید ہوئے، جنہوں نے جانیں دیں یہ سب کسی فرد واحد کے لئے، کسی جمہوریت کے لئے کسی سیاسی نظام کے لئے نہیں یہ سارا کچھ محض اور محض اسلام کے لئے کیا گیا اور اب بھی ہر بندے میں خواہ وہ نماز پڑھتا ہے یا نہیں لیکن ریاست کا اسلامی تصور اس کے پاس موجود ہے اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک پریکٹیکل مسلم ہے روزے نہیں رکھتا، نماز نہیں پڑھتا، چوری کر لیتا ہے لیکن جب یہ بات آتی ہے کہ اسلام نہیں ہونا

> یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک پریکٹیکل مسلم ہے روزے نہیں رکھتا، نماز نہیں پڑھتا، چوری کر لیتا ہے لیکن جب یہ بات آتی ہے کہ اسلام نہیں ہونا چاہئے کوئی اور نظام ہونا چاہئے تو تڑپ اٹھتا ہے

چاہئے کوئی اور نظام ہونا چاہئے تو تڑپ اٹھتا ہے، آپ سیاستدانوں کو چھوڑ دیں اب تو وہ جو انہوں نے نصاب میں تبدیلیاں کی ہیں ہمارے پاس سکول ہے اب تو بچے احتجاج کرتے ہیں کہ دکھاؤ تو سہی انہوں نے کیا تبدیلی کیں، اتنا اُس کا ردِ عمل ہے، اب وزیر صاحب مانیں یا نہ مانیں وزیر صاحب کو ماننا ہی پڑے گا تو یہ بنیادی بات ہے کہ پاکستان کا وجود اور نظریہ اسلام انکو جدا نہیں کیا جا سکتا تو جو یہ کوشش کرے گا وہ نہ صرف منہ کی کھائے گا بلکہ رسوا بھی ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سالانہ اجتماع عام

دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

2 جولائی 2004ء بروز جمعہ سے

سالانہ اجتماع

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 8 اگست 2004ء بروز اتوار تک جاری رہے گا

نوٹ۔ چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے۔

قارئین کرام زیادہ سے زیادہ شرکت فرما کر فیضیاب ہوں

نقارہ .... نیا عنوان، انقلابی پیغام

ضمیر حیدر

حکم ملا۔ ''ملکی تاریخ کی پہلی ''بعثت رحمت عالمﷺ کانفرنس'' پر لکھوں''۔ آزمائش مقصود تھی! ہرگز نہیں، وہ میری اوقات سے خوب واقف ہیں۔...... یقیناً نوازا جا رہا تھا۔ انشاء اللہ کل واپسی کے سفر میں تاریخ کا رخ موڑ کر اسلام کی روشن شاہراہ کا سنگ میل بننے والی اس ''مقدس کانفرنس'' پر لکھنے والا پہلا ''کالم نویس'' بن کر وہ اعزاز پا چکا کہ بخدا آج کے بعد اگر کچھ بھی نہ لکھ پاؤں تو کوئی ملال نہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے روحانی پیشوا کے انقلاب آفرین اور بصیرت افروز خطاب کا متبرک مسودہ گنہگار ہاتھوں میں پکڑے یہ یقین کیے بیٹھا ہوں کہ بلاشبہ ایک مہم جو کاشتکار نے اللہ کی رحمت کے طفیل، مرشد کامل کی راہنمائی میں طلب، جستجو، لگن اور خلوص کے مراحل سے سلامت گزر کر چودہ صدیوں کا سینہ چاک کر کے نقش کف پائے محمد رسول اللہﷺ کو کھوج نکالا ہے۔

وسعت معانی اور دور رس اثرات کے حامل اس سادہ مگر پرمغز خطاب پر حق تو یہ ہے کہ قلم کا صوفی ہارون الرشید لکھتا، افسانوی انداز بیان کے زور پر سچائی کو ذہنوں پر نقش کرنے والا قلم کا فنکار جاوید چوہدری لکھتا، حقیقت کو الفاظ میں ڈھالتے ہوئے اللہ کی مخلوق کو ''کیڑے مکوڑے'' لکھنے پر ذرا نہ ہچکچانے والا قلم کا امام خمینی حسن نثار لکھتا۔ تجزیوں اور تبصروں سے حکومت کی راہنمائی کرنے والا، باوقار بزرگ ارشاد الحق حقانی لکھتا۔ قلم کی حرمت کا پاسبان عبدالقادر حسن لکھتا۔......... وقت کے قلمکار اس لئے بھی لکھتے کہ اس مختصر خطاب میں صرف مجھ جیسے عامی کے لئے ہی راہنمائی نہیں سبق ہے، جھوٹے کارناموں کے ڈھنڈورے پیٹتے اور شیخیاں بگھارتے اہل اقتدار کے لئے بھی......... درس ہے، بے معنی تبصروں اور فضول تجزیوں کے انبار لگاتے حقیقت ناشناس دانشوروں کے لئے بھی...... فکر کا وافر ساماں ہے، خلوص نیت سے فقط دعاؤں کی تلقین کرتے علماء حق کے لئے بھی......... حقیقت کا واضح اشارہ ہے لہراتے جھنڈوں اور جگمگاتے قمقموں تلے دولت لٹاتے عاشقان رسولﷺ کے لئے بھی .... عبرت کا سامان ہے دولت کی طلب میں خطیبانہ لفاظی کے جوہر جگاتے خوش آواز مقررین کے لئے بھی......... بہترین لائحہ عمل ہے امت کی شکستگی پر دل گرفتہ بندوق اٹھائے بہادر مجاہدین اسلام کے لئے بھی......... بہترین نمونہ ہے، مغرب کی چکا چوند سے متاثر، معلومات سے لیس مگر حقیقی علم سے محروم جدید دور کے کمپیوٹر نما مشینی انسانوں کے لئے بھی .... نجات کا نسخہ ہے افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر کے کٹتے مرتے، تڑپتے اور چلاتے مظلوم مسلمانوں کے لئے بھی.........

حقائق کو مسخ کرنے کا زمانہ ہے، شیخ المکرّم کی اندھی عقیدت کا الزام دھر کر میری تحریر کو نا قابل توجہ سمجھا جائے گا......... بلاشبہ تصوف کی تعلیمات کے مطابق، اس دور میں اپنے ''شیخ'' سے بہتر زمین کی پشت پر کوئی اور نظر نہیں آتا......... مگر مجھے میرے ''شیخ'' نے یہ بھی تعلیم کیا ہے کہ ''جب لکھنے بیٹھو تو پوری غیر جانبداری کے ساتھ صرف وہ حقائق بیان کرو جو واضح دلائل سے ثابت ہوں اور اپنی محبت، عقیدت اور وابستگی کو دوسروں پر ٹھونسنے سے قطعی اجتناب رکھو''۔

اے قلم کی حرمت سے آشنا قلم کارو! اے حقائق کے متلاشی، حقیقت پسند، پڑھنے والو! میرے شیخ کا ''بعثت رحمت عالمﷺ کانفرنس'' کا خطاب پڑھو، جانچو، پرکھو، انصاف پسندی سے ناقدانہ تجزیہ کرو! میرے قلم نے جوش عقیدت میں اگر حقائق کو بڑھا کر بیان کیا ہے تو گریبان حاضر ہے.........سر بازار حاضر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جلسہ بعثت رحمت عالم ﷺ سے شیخ المکرم کا خصوصی خطاب!

میں نے بعثت رحمت عالم ﷺ کا جلسہ اس لئے اکٹھا کیا ہے کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ عراق سے لیکر مشرق بعید تک' افغانستان ہو' کشمیر ہو' فلسطین ہو' الجزائر ہو' شیشان ہو' یا کوسوو' مسلمان کے درد کا علاج آج بھی وہی ہے سُپر طاقتوں کو جواب آج بھی وہی ہے جو روز اول محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور وہ ایمان ہے۔ آج بھی اگر ہم ایمان کو رسم کی بجائے وہ سانچہ سمجھ لیں جس میں ہمیں ڈھلنا ہے۔ لا الہ کہنے کے بعد اپنا نفع نقصان اُس ذات سے وابستہ کریں۔ الا اللہ کہنے کے بعد یہ گردن ایک ہستی کے آگے خم ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کہنے کے بعد سوچ ختم ہو جائے۔ فکر ختم ہو جائے۔ ضرورت ایک بات کی ہو کہ حکم کیا ہے؟

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ' ضلع چکوال 2-5-04

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

ھو الذی ارسل رسولہ' بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ' علی الدین کلہo و کفیٰ باللہ شھیداًo

مہمانان گرامی' حضرات علمائے کرام' مشائخ عظام اور میرے عزیز ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمارا یہ اجتماع اور یہ پروگرام کم ازکم پاکستان کی چھپن سالہ تاریخ سے ذرہ ہٹ کر اور الگ سا ہے۔ ربیع الاول جب بھی آتا ہے محافل میلاد منعقد کی جاتی ہیں اور ہر قریہ' ہر گاؤں' ہر شہر بڑے جوش' بڑے پیار' بڑی محبت' بڑے زور و شور سے میلاد شریف کی مجالس منعقد کرتا ہے۔ ہم نے اس میں ایک نئی طرح ڈال دی اور اس جلسے کو میلاد شریف کی بجائے بعثت رحمت عالم ﷺ کا نام دیا...... آخر کیوں؟

میں نے اپنی مختصر زندگی میں جس طرح مسلمان کو زمانے میں دیکھا ہے یقیناً آپ بھی میرے ساتھ عالم اسلام کو دیکھ رہے ہیں۔ بے پناہ جذبے' بے پناہ خوشیاں' بے پناہ مسرتیں تھیں جب پاکستان بنا۔ لوگوں کو گھر چھوٹنے کی فکر نہیں تھی' مالی اسباب' جائیدادیں' چھوڑ کر آنے والوں کو اُس کا دکھ نہیں تھا۔ یہاں پر رہنے والوں کو کوئی یہ فکر نہیں تھی کہ اتنے لوگ اُوپر سے آ رہے ہیں کھیتیاں وہی ہیں' غلہ وہی ہے' کیا کھائیں گے؟ کیا ہوگا؟ یہ ساری چیزیں فراموش کر کے ہر کوئی اس ایک بات پر اتنا خوش تھا کہ دین حق کے نام پر ہمیں ایک ریاست میسر آ گئی۔ ہم نے گزشتہ چھپن سالوں میں پاکستان کی تاریخ میں یہ بات دیکھی ہے اور آپ غور فرمائیں تو آپ کو یہ بڑا بہت بڑا سچ لگے گی کہ چھپن سال کے آنے والے نئے سورج نے ہمیں اسلام اور اسلامی فلسفہ حیات سے دور ہوتے دیکھا۔ جو بات کل تھی وہ آج نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے یہ سوچا بھی تھا؟ مجھے شکوہ یہ رہتا تھا کہ جو تاریخ ہمارے نصاب میں پڑھائی جاتی ہے اُسے انگریزوں نے اس طرح مرتب کرایا کہ مسلمان حکمرانوں کے کردار مسخ کر دیئے۔ انہیں ظالم لکھا اور راجپوت لٹیروں کو بہادر لکھا۔ اور دکھ اسی بات کا ہوتا تھا کہ آزادی کے بعد بھی ہم وہی تاریخ کیوں پڑھا رہے ہیں؟ اس پر تحقیق کیوں نہیں ہوتی اور سچ کیوں نہیں لکھا جاتا؟ سچ کیوں نہیں سامنے لایا جاتا؟ لیکن کیا کبھی آج سے پہلے کسی کے دل میں یہ خطرہ بھی گزرا تھا کہ بچوں کے نصاب تعلیم سے دینیات کو خارج کر دیا جائے گا۔ کبھی کسی نے یہ سوچا بھی تھا ہم اتنے دور چلے جائیں گے۔ ہم اتنی پستی میں چلے جائیں گے یعنی ہر آنے والا دن ہمارا دینی اعتبار سے پستی کا دن ثابت ہو رہا ہے۔ جبکہ اتنے میلاد ہوتے ہیں'

چھپن سال کے آنے والے نئے سورج نے ہمیں اسلام اور اسلامی فلسفہ حیات سے دور ہوتے دیکھا

اتنے ذکر ہوتے ہیں، اتنی نعتیں پڑھی جاتی ہیں، اتنے صدقے اتارے جاتے ہیں، اتنی دیگیں پکتی ہیں۔ اس میلاد کی ایک تاریخ ہے اور میں اس کے تین زمانوں کو جانتا ہوں جو میرے سامنے ہوئے ہیں۔ جب ہم چھوٹے تھے تو ہم جلسہ میلاد نبوی ﷺ دیکھا کرتے تھے۔ مساجد کو آراستہ کیا جاتا تھا۔ خوبصورت سٹیج بنتے تھے۔ اُن پر ریشمی چادریں بچھائی جاتی تھیں۔ علماء و مشائخ تشریف لاتے تھے۔ بڑے بڑے حضرات جلوہ افروز ہوتے تھے۔ لوگ مودب ہو کر باوضو ہو کر بیٹھتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی برکات کا آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہوتا تھا۔ یہ ہوتا تھا جلسہ میلاد النبی ﷺ۔ زمانے نے کروٹ لی۔ جلسے سے جلوس بن گیا۔ یہ اس کا دوسرا حصہ ہے جو ان گناہگار آنکھوں نے دیکھا۔ اب کیا تھا؟ جی مسجد جانے کے لئے یا مسجد تک پہنچنے کے لئے پہلے کسی حویلی میں، کسی بارہ دری میں، کسی دارے پر، کسی بیٹھک پر، جمع ہوا جائے پھر وہاں سے جلوس کی صورت جائیں گے مسجد ہی لیکن جلوس جائیگا۔ اب وہ بیٹھک ڈیوڑھی سے نکل کر جلوس بازار تک جا پہنچا۔ مسجد جانے کی بجائے چوک میں رُک گیا۔ پھر ہماری تسلی نہ ہوئی کہ مسجد میں پابندیاں تھیں۔ پھر جلوس میں بھی کچھ حدود و قیود تھیں۔ ہم نے اُسے جشن میلاد النبی ﷺ بنا دیا جشن ایک وسیع تر لفظ ہے اور اُس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جتنے لوگ وہاں جمع ہیں جس طرح کوئی چاہے اپنی خوشی کا اظہار کرے کوئی نعت کہہ کر کرتا ہے، کوئی گا کر کرتا ہے، کوئی شمع جلا کر کرتا ہے، کوئی اچھلتا کودتا ہے، جو جس کا جی چاہے کرے اب آپ نے دیکھا کہ جشن میلاد میں کوئی ٹریکٹر پہ مائیک لگائے ہوئے ہے، سپیکر لگائے ہوئے ہے، کوئی ریہڑے پہ، کوئی اونٹ پہ بیٹھا ہے کوئی گھوڑے پہ، کوئی کسی نے لباس عجیب سا پہن رکھا ہے، کوئی نعت پڑھ رہا ہے۔ کوئی پیسے دے رہا ہے۔ کوئی پیسے مانگ رہا ہے۔ ایک عالم ہاؤ ہو کوئی کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ نہ جانے ہماری

جشن ایک وسیع تر لفظ ہے اور اُس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جتنے لوگ وہاں جمع ہیں جس طرح کوئی چاہے اپنی خوشی کا اظہار کرے کوئی نعت کہہ کر کرتا ہے، کوئی گا کر کرتا ہے، کوئی شمع جلا کر کرتا ہے۔

غفلت اس کے بعد ہمیں کہاں لے جائے گی؟ جب کہ حالت یہ ہے کہ ذکر رسول اللہ ﷺ کائنات کے ایک ایک لمحے میں خالق کائنات نے رچا بسا دیا ہے۔ آپ اگر آج کے اس دور میں کمپیوٹر پہ زمین کی حرکت کا ملاحظہ فرمائیں تو جوں جوں زمین پہ وقت آگے بڑھتا ہے۔ رات اور دن جوں جوں حرکت کرتے ہیں تو ہر لمحے کسی نہ کسی خطے میں آواز آ رہی ہوتی ہے۔ اشھد ان لا الہ الااللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ ہ کوئی لمحہ شب و روز کا ایسا نہیں ہے جس لمحے زمین کے کسی نہ کسی حصے پر اذانیں نہ ہو رہی ہوں۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے تیرا بول ہے بالا تیرا

اللہ جس پر مسلسل درود بھیجتا ہے۔ فرشتے جس کا ذکر خیر ہر لحظہ کرتے ہیں۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ہ ہمیں تو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارا محتاج نہیں ہے، نہ اُس کی یاد تمہاری محتاج ہے، نہ اُس کا ذکر تمہارا محتاج ہے، تم محتاج ہو اُس کے ذکر خیر کے اپنے آپ کو اُن میں شامل کر لو۔ ہم نے ذکر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کر کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر احسان نہیں کرنا۔

مفت من کہ خدمت سلطان می کُنی
مفت ز او بداں کہ بخدمت گذا شتیم

احسان نہیں ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے یہ تو بادشاہ کا احسان ہے کہ تجھے خدمت کے لئے پسند کر لیا۔ ہم نے ذکر کر کے احسان نہیں کرنا، احسان اُن کا ہے کہ ہمیں توفیق ذکر ارزاں ہو گئی لیکن ہم ذکر کہاں سے شروع کریں؟ میں نے بڑا سوچا۔ میں روزانہ متعدد اخبار پڑھتا ہوں۔ میں روزانہ متعدد چینل خبروں کے دیکھتا ہوں۔ میں خود کو دنیا کے حالات سے باخبر رکھنے کی بھرپور کوشش کرتا ہوں۔ میں مسلمانوں کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ذبح ہوتے کٹتے بسمل کی طرح تڑپتے دیکھتا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے کیا اس کے لئے کوئی رکاوٹ کھڑی کی جا

سکتی ہے؟ بڑی بڑی طاقتیں دنیا میں تھیں۔ پہلے رُوس تھا اور یہ کہا گیا کہ رُوس کے قدم جہاں ٹکتے ہیں وہاں سے واپس نہیں جاتے۔ اب وہ جملہ امریکہ کے لئے بولا جا رہا ہے کہ جی امریکہ اتنی سُپر پاورز ہے کہ اُسے روکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن کیا یہ سپر پاورز دنیوی آج ہی ہیں؟ کیا قیصر سپر پاور نہ تھی؟ کیا خسرو پرویز سُپر پاور نہیں تھا؟ کیا دنیا میں اس سے پہلے سپر پاورز نہیں تھیں؟ کیا وہ ظلم نہیں کرتے تھے' کیا وہ ریاستوں کی ریاستیں ہڑپ نہیں کر جاتے تھے؟ کیا رومن ایمپائر سپر پاورز نہیں تھی؟ کیا وہاں امراء اپنے کو خوش کرنے کے لئے اور خوش طبعی کے لئے انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر تماشا نہیں دیکھا کرتے تھے؟ ان ساری سپر پاورز اور ان کے مظالم اور ان کی دہشت گردی اور ان کی بدمعاشی کو کسی دیوار نے روکا۔ وہ کونسی طاقت تھی جو ان کے سامنے آ گئی؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے انسان مزاج بدل ڈالا؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے افراد کی سوچ بدل ڈالی؟ وہ کیا نکتہ تھا جس نے شہنشاہوں کو گردنوں سے پکڑ کر' اُتار کر' عوام کی صف میں بٹھا دیا؟ جس نے گردنیں جابر سلاطین کے دربار سے اٹھا کر الہ العلمین کی بارگاہ میں جھکا دیں۔ میری ساری کاوش' میری ساری محنت' میرا سارا مجاہدہ' میری ساری سوچ' مجھے ایک جواب دے سکی کہ یہ سارا انقلاب ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ آپ ولادت کی بات کرتے ہو ولادت پر تو کافروں کو بھی فائدہ پہنچا۔ کیا آپ ﷺ نے فرمایا نہیں کہ میرے زمین پر قدم رکھنے سے کفار پر جو اجتماعی عذاب نازل ہوتے تھے اور قوموں کی قومیں غرق ہو جاتی تھیں وہ اللہ نے بند کر دیے۔ کیا کافروں کو تھوڑا فائدہ پہنچا۔ قدم مبارک زمین پہ رکھا ساری زمین وجعلنی الارض مسجداً وطھوراً۔ ساری زمین مسجد ہو گئی۔ زمین کو تھوڑا فائدہ پہنچا۔ پانی میں پاک کرنے کی طاقت تھی فرمایا میں نے زمین پہ قدم رکھا اللہ نے مٹی کو یہ تاثیر دے دی پانی سے وضو

ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ایک ایک لمحے میں خالق کائنات نے رچا بسا دیا ہے۔

کرو تو جسم پاک ہو جاتا ہے۔ جلد پاک ہوتی ہے۔ تیمّم کیا جائے اگر ضرورت تیمّم کی پڑ جائے۔ پانی میسر نہ ہو یا کوئی بیماری ہو تو تیمّم کیا جائے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ہڈیاں اُن کا گودا تک پاک ہو جاتا ہے۔ مٹی کو بھی یہ فضیلت مل گئی حضور ﷺ کے قدم رکھنے سے۔

لاغر سانڈھنی پہ آپ ﷺ کو بٹھایا گیا تو وہ جوانوں سے تیز ہو گئی۔ دودھ خشک ہو چلا تھا نہریں جاری ہو گئیں۔ آپ کیا کیا گنیں گے؟ یثرب ایک ایسا نام ہے جس کا ترجمہ کیا جائے تو دارالبلاء درست ہے۔ ایک خاص قسم کا مرض ہوتا تھا' جو وہاں جاتا اُس کا شکار ہو جاتا۔ یثرب کو مدینہ کس نے بنا دیا؟ جہاں دنیا کا ہر فرد جا کر بیمار ہوتا تھا بیماران جہاں قیامت تک وہاں سے شفا پاتے چلے جائیں گے۔ آپ ﷺ شفا لے کے آئے۔ پھر ذکر نبی ﷺ ذکر نبی ﷺ ہے۔ تیری میری بات ہی کیا ہے؟ ہماری تو وہاں اوقات کیا ہے؟ حیثیت کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے۔

میں اگلے دن دیکھ رہا تھا ایک امریکی نومسلم ایمان کی وضاحت کر رہا ہے۔ اُس نے اپنی اُس تصنیف میں دیا ہے۔ وہ The Faith ایمان کیا ہے؟ بڑی خوبصورت بات اُس نے کی میں نہیں چاہتا کہ میں اُس بات کو اپنی بات بنا کر آپ پر رُعب ڈالوں۔ جب اُس کی بات ہے اُس کی بات کر رہا ہوں۔ وہ کہتا ہے ایمان یہ ہے کہ فرد کی سوچوں سے لیکر کردار تک کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دینا۔ یار میں حیران رہ گیا کہ ہم تو یہ بتاتے ہیں کہ ایمان ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ**۔ مسلمان ہو گیا۔ بات ختم ہو گئی۔ وہ کہتا ہے نہیں یہ دو جملے نہیں ہیں۔ یہ تیشہ ہے۔ یہ لا ایک تلوار ہے۔ لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں' چلو اُس نے خاتمہ ہی کر دیا۔ کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ اسلام ایسا رنگ نہیں ہے کہ جو گھٹڑی' جو پوٹلی' باندھی ہوئی ہے اُس پہ ایک سبز ہرا برش پھیر دو تو اسلام ہو گیا فرمایا نہیں۔ پہلے سب کچھ خالی کر دو۔ یہ ایک ایسا سانچا ہے کہ پہلی ساری شکل کو مٹی کی طرح گوندھ کر پہلے اُس کا چھکڑا بنا ہوا تھا' اونٹ بنا ہوا تھا'

بیل' اُسے توڑ پھوڑ کر نیا پانی ڈال کر گوندھ کے پھر مٹی بنالیتا ہے یہ کچھ بھی نہیں۔ اب اُس کی خود ایک صورت گری کرتا ہے۔ لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں' جب کوئی نہیں رہا تو اب دیکھو وہ کہتا ہے الا اللہ مگر اللہ ہے۔ کوئی شراکت' کوئی بھوالی' کوئی سنجھوالی' کوئی لین دین' کچھ نہیں جو کچھ تھا لوحِ قلب پر مٹادو۔ بچے تختی دھوتے ہیں پھر اُس سے سیاہی نہیں جاتی پھر اُس پہ سفید مٹی چڑھاتے ہیں ہمارے زمانے میں تو ایسا تھا۔ سکولوں میں لکڑی کی تختیاں ہوتی تھیں جن پر ہم نے پڑھا' پھر اُن پر ہم سفید مٹی لیپ دیتے تھے تاکہ سیاہی کا داغ بھی نیچے چھپ جائے۔ اسلام اس لیپا پوتی کو بھی نہیں مانتا۔ وہ کہتا ہے اس پہ رندا چلاؤ تاکہ خالص نکل آئے۔ سیاہی کا نام ونشان نہ رہے۔ ہر فلسفہ ایجاب سے شروع ہوتا ہے کہ اس بات کو مانو۔ فلسفہ اسلام انکار سے شروع ہوتا ہے۔ واحد فلسفہ ہے کہ ہر چیز کا انکار کردو' چھوڑ دو' کچھ بھی نہیں ہے جب تمہارا دل خالی ہوجائے تو پھر کہو کہ اللہ۔ یہ اللہ تک کیسے پہنچا جائے؟ محمد رسول اللہ ﷺ۔ وہ مغربی مفکر جو نومسلم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایمان ایک ایسا فلسفہ ہے جو انسانی سوچوں سے لیکر اُس کے کردار تک کو ایک خاص شکل میں کانٹ چھانٹ کر تراش دیتا ہے۔

جب ایمان آتا ہے تو چور عادل بن جاتا ہے۔ جاہل عالم بن جاتا ہے۔ بددیانت امانت دار بن جاتا ہے۔ شرابی پارسا ہوجاتا ہے اور ڈاکو مخیر ہوجاتے ہیں۔ کیا قوم ملی تھی آقائے نامدار ﷺ کو اور کیا کردار تھا؟ کس سے چھپا ہوا ہے؟ دنیا میں جتنے جرائم مختلف قوموں' مختلف افراد' مختلف اقوام اور ممالک میں الگ الگ پائے جاتے تھے چونکہ اہل عرب پوری دنیا میں تجارتی سفر کرتے تھے تو وہ سارا کچھ وہاں آکر جمع ہوگیا تھا۔ لیکن اس فلسفہ ایمان نے جو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیا۔ اُس نے کیا بنا دیئے کہ فارس کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہورہی

کوئی لمحہ شب وروز کا ایسا نہیں ہے جس لمحے زمین کے کسی نہ کسی حصے پر اذانیں نہ ہورہی ہوں

ہے۔ امیر لشکر معذور ہیں مکان کی چھت پر بیٹھ کر وہاں سے لڑ رہے ہیں۔ لشکر کو اور ایک سپاہی دوڑا ہوا آتا ہے بھاگتا ہانپتا آتا ہے اور اُس کے پاس ایک ایرانی شہزادے کا تاج ہے۔ جس میں کروڑوں' اربوں' روپے کے ہیرے اور جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے یا امیر یہ شہزادہ میرے ہاتھوں مارا گیا اور میں سمجھا یہ اس کا بہت قیمتی تاج ہے اور گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے آکر تباہ ہوجائے گا تو میں یہ رکھنے آیا ہوں مال غنیمت میں داخل کرلیجئے اور واپس دوڑا کہ میں لیٹ ہورہا ہوں اپنے فرض سے میں لڑائی میں شریک ہوں۔ انہوں نے روکا انہوں نے پوچھا۔ اپنا نام تو بتاتے جاؤ۔ اُس نے کہا جس کے لئے میں لڑ رہا ہوں وہ مجھے جانتا ہے۔ نام بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ جس کے لئے میں یہ مال غنیمت میں جمع کرا رہا ہوں وہ مجھے جانتا ہے۔ یہ ہے وہ فلسفہ جو بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔

میدان بدر آراستہ ہے ایک طرف تین سو تیرہ بندے ہیں۔ جن میں کچھ بچے ہیں' کچھ بوڑھے ہیں' چند نوجوان ہیں' چند تلواریں' گنتی کے گھوڑے' کھانے کو پانچ پانچ کھجوریں' گنتی کے تیر کمان' اسلحہ بھی نہیں ہے۔ افرادی کمی بھی ہے۔ دوسری طرف ایک ہزار سے زائد کا لشکر جرار اور مکہ مکرمہ کے چنے اور مانے ہوئے جنگجو اور بہادر لوگ۔ کمال ہے تین سو تیرہ آدمیوں نے انہیں قتل بھی کیا اور اُن کے سرداروں کو قیدی بھی بنایا اور شکست فاش دی۔ وجہ کیا تھی؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفیں بنوائیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک تیر تھا۔ اُس کی نوک اپنی طرف کرکے اُس کی چھڑی سے تم آگے ہوجاؤ' تم پیچھے ہوجاؤ' آپ ﷺ صفیں بنواتے جارہے تھے۔ صفیں مکمل کرا کے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ بدر میں سے کانے گھاس کاٹ کر بنایا گیا عریش بدر۔ اُس میں آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ایک عجیب بات کہی اور یہ بات اصدق الصادقین ﷺ کہہ رہے ہیں۔

''اے اللہ! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں'' بھئی لائے تو آپ ﷺ تین سو تیرہ مجاہد اپنے ساتھ لیکن آپ ﷺ فرماتے کیا

ہیں یہ فرد نہیں ہیں' افراد نہیں ہیں' یہ بندے نہیں ہیں' یہ نرا گوشت اور پوست نہیں ہے' انہیں ایمان کا نسخہ ملا ہے اور یہ سارے کے سارے ڈھل کر اسلام بن گئے۔ سونا تو سونا ہی ہوتا ہے لیکن جوہری جب ڈھالتا ہے تو اُس سے کیسے عجیب زیورات بن جاتے ہیں۔ وہ کہاں کہاں پہنچتے ہیں؟ کس کس گلے کی زینت بنتے ہیں افراد تو تھے اور کمال ہے کاریگر کا کہ یہ سونا تو نہیں تھا یہ تو سکہ بھی نہیں تھا۔

مس خام کو جس نے کندن بنایا

لعنی یہ افراد کوئی سُدھرے ہوئے' سُلجھے ہوئے' لوگ نہیں تھے۔ یہ تو ان میں سے ہر ایک اپنی خدائی کا قائل تھا۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو نقطہ ایمان دیا اُس نے افراد کو فلسفے میں ڈھال دیا۔ گوشت پوست کا انسان ایک فلاسفی بن گیا کہ یہ اسلام ہے۔

حضرات میں نے بعثت رحمت عالم ﷺ کا جلسہ اس لئے اکٹھا کیا ہے کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ عراق سے لیکر مشرق بعید تک' افغانستان ہو' کشمیر ہو' فلسطین ہو' الجزائر ہو' شیشان ہو' یا کوسوو' مسلمان کے درد کا علاج آج بھی وہی ہے سُپر طاقتوں کو جواب آج بھی وہی ہے جو روز اول محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور وہ ایمان ہے۔ آج بھی اگر ہم ایمان کو رسم کی بجائے وہ سانچہ سمجھ لیں جس میں ہمیں ڈھلنا ہے۔ لا الہ کہنے کے بعد اپنا نفع نقصان اُس ذات سے وابستہ کریں۔ الا اللہ کہنے کے بعد یہ گردن ایک ہستی کے آگے خم ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کہنے کے بعد سوچ ختم ہو جائے۔ فکر ختم ہو جائے۔ ضرورت ایک بات کی ہو کہ حکم کیا ہے؟ ہم اپنی دانش پہ رہے تو مار کھاتے رہیں گے ہم اپنی فکر پہ رہے تو الجھتے رہیں گے۔ یہ کس نے طریقے سکھا دیے تھے عرب کے اُن لوگوں کو جنہیں لوگ جاہل کہتے ہیں' انپڑھ کہتے ہیں' انہیں کس نے سکھا دیا کہ پوری دنیا کو روئے زمین کو انہوں نے تہذیب سے آشنا کیا۔ کس یونیورسٹی میں گئے تھے؟ کس

> **میں مسلمانوں کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ذبح ہوتے کٹتے بسمل کی طرح تڑپتے دیکھتا ہوں**

کالج میں گئے تھے؟ کہیں کورس کیا تھا؟ کیسی عجیب بات ہے بھئی ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ چھوڑ کر آتا ہے۔ شام کو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہے۔ کلمہ پڑھتا ہے۔ اب ایمان کا کمال دیکھو یہ کیسا مرکب ہے؟ یہ کیسا نسخہ ہے؟ اُس میں صلاحیت تو اللہ نے ڈالی تھی لیکن اُن صلاحیتوں کو زنگ لگ چکا تھا۔ وہ محض ایک چرواہا تھا۔ آپ ﷺ کی نگاہ نے بھانپ لیا۔ نگاہ مصطفوی ﷺ نے سارا زنگ اتار دیا اور صبح جو لشکر جا رہا تھا آقا نے اُس کو جرنیل بنا دیا۔ کمال ہے شام کو ایک چرواہا آیا صبح کو جرنیل' چرواہا کیوں تھا؟ اپنے فلسفوں نے' اپنی عقل و خرد نے' اپنی سوچوں نے' اُس کو زنگ خوردہ کر کے ناکارہ کر دیا۔ نگاہ مصطفوی ﷺ پڑی سارا زنگ اُتر گیا۔ نسخہ ایمان برتا گیا اُس سانچے میں ڈھلا۔ خداداد صلاحیتیں ابھر آئیں اور وہ جرنیل بن گیا۔ ہم جرنیل بناتے ہیں بچپن سے لیکر ایک شخص پرائمری' مڈل' ہائی پھر کالج پھر ملٹری کالج پھر جرنیل بننے تک دنیا بھر کے مختلف اداروں میں وہ کورسز کرتا رہتا ہے اور بھنویں سفید ہونے کے بعد جا کر جرنیل بنتا ہے۔ کتنے جرنیل ہوتے ہیں ہمارے جنہیں ہم کامیاب جرنیل کہتے ہیں؟ کتنے جرنیل ہیں جنہیں آج جرنیل ہونے کے باوجود دنیا جانتی ہے بہت کم۔ کتنے ہیں جو ریٹائرڈ ہو گئے ہیں اور انہیں کسی کونے میں تاریخ کے کسی ورق پر کوئی جگہ ملی ہو لیکن جو جرنیل محمد رسول اللہ ﷺ نے بنائے تاریخ کو کہو جرات کرے اور انہیں بھلا کر دکھائے' اُن کے بغیر تو انسانیت کا ذکر پورا نہیں ہوتا یہ کیسے بن گئے؟ یہ تبدیلی ہوئی فلسفہ ایمان سے جو عطا ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے۔

اس لئے میں نے ادنیٰ سی کوشش کی کہ قوم کو اہل وطن کو یہ یاد دلایا جائے کہ ذکر مصطفےٰ ﷺ ہمارا احتجاج نہیں ہے ذکر مصطفےٰ ﷺ ہر ذرے' ہر بستی' ہر نگر' ہر ملک' ہر دیس اور ہر لمحے ہو رہا ہے ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم خود کو غلامان مصطفےٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھالیں۔ ہم خود کو ایمان کے اُس لمحے پہ حاضر کریں۔ یہ نقطہ ایمان ہے جو دنیوی موت وحیات سے بندے کو بالاتر لے جاتا ہے۔ اور بندہ مر کر بھی نہیں مرتا۔

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ، o کتنا عجیب ارشاد ہے باری تعالیٰ کا۔ قتل کا فعل تو وجود پر وارد ہوتا ہے۔ پرنچے اڑ گئے، کسی کو گولہ لگا، کوئی تلوار سے مرگیا، گولی سے کوئی آگ میں جل گیا۔ بھسم ہوگیا، پرنچے اُڑ گئے، ٹکڑے اکٹھے کر کے کفن میں باندھ کر دفن کیا۔ اب حکم ہوتا ہے اسے مردہ مت کہو۔ چلو نہیں کہیں گے لیکن سوچوں میں تو آئے گا بیچارہ مرگیا۔ فرمایا۔ ولاتحسبن الذین قتلو فی سبیل اللّٰہ امواتاً خبردار! یہ سوچنا بھی نہیں یا اللہ کیوں فرمایا۔ بل احیاء حقیقی زندگی تو انہی کو ملی ہے، کیا ہوا کہ انہوں نے لباس کا سانچہ بدل لیا؟ اُن کی زندگی کو موت نہیں چھوسکتی اصل زندگی تو ملی ہی انہیں ہے...... کیوں؟

اس فلسفہ ایمان نے ڈھال کر انہیں موت وحیات کی کشمکش سے بلند کر دیا۔ وہاں موت کا گزر نہیں مادیات کا گزر نہیں۔ فلسفے اور مادے میں کتنا فرق ہے؟ فلاسفی اور مادے میں کتنا فرق ہے؟ جب فرد فلاسفی بن جائے تو مادہ اُس پہ کیا اثر کرے گا؟ مادی تبدیلی اُس کا کیا بگاڑ لے گی؟ تو بعثت رحمت عالم ﷺ وہ نقطہ ہے جس نے ہمیں ایمان عطا کیا اور ایمان وہ سانچہ ہے جو فرد کو جو کچھ وہ پہلے تھا اُس سے مٹا کر ایک نیا انسان بنا دیتا ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کا قاصد اور اللہ کا بندہ اور اللہ کا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی فوجی سویلین کپڑے پہن کر فوج کا سپاہی بازار میں جا رہا ہو۔ ہم دیکھ لیتے ہیں یہ فوجی ہے۔ اُس کے بالوں کا کٹ ہی الگ ہے، بات کرنے کا انداز ہی الگ ہے، چلنے کا طریقہ ہی الگ ہے، بازار میں اپنے سول کپڑوں میں بھی جا رہا ہے تو بھی اُس کی ٹانگوں کی اکڑ باقی ہے، چلنے کا ایک انداز اور سینہ تنا ہوا ہے، پتہ چل جاتا ہے کہ یہ فوجی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جو فلسفہ ایمان اور ایمان کے سانچے میں ڈھلتا ہے وہ حزب اللہ ہے۔ وہ میرا فوجی ہے جہاں جائے پتہ چلنا چاہئے کہ یہ فوجی ہے۔ جس رنگ میں ہو، جس

ایمان یہ ھے کہ فرد کی سوچوں سے لیکر کردار تک کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دینا۔

حال میں ہو، جس بازار میں ہو، پھر ایمان کے بعد ہم نے آج کے زمانے میں اسلام کو عبادات تک ہی محدود کر دیا ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تُو نے

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات وہ ذات ہے۔ جس نے مشت غبار کو صرف اللہ سے ہم سخن نہیں کیا بلکہ اس میں وہ شعور پیدا کر دیا کہ یہ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کئے بیٹھا ہے یہ وصال باری یہ جمال باری کا طالب ہوا بیٹھا ہے۔ ارے دیکھو! اس مشت غبار کی جرات لیکن کیا وصال باری عبادات میں ہے۔ یہاں ہم سے آج اس زمانے میں تھوڑی سی بھول ہوگئی عبادات کس لئے ہیں نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ، یہ سارے فرائض کس لئے ہیں کہ ایک فرد کو سانچہ ایمان میں ڈھالنے کیلئے پورا پورا فٹ کرنے کے لئے۔ جتنے سجدے کئے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائیں گے۔ جتنی تسبیحات پڑھتے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائیں گی۔ جتنی تلاوت کرتے جاؤ آپ کی ذات میں تبدیلی لائے گی۔ جتنے حج کرتے جاؤ یہ ساری عبادات ایک فرد کے لئے ہوئیں۔ کیا کرے گا وہ فرد وہ اُس سانچے میں ہو بہو ڈھل جائے گا جو ایمان کے فریم ورک کا تقاضا ہے۔ اب اسلام شروع ہوتا ہے اس کے بعد کہ وہ سانچے میں ڈھلا ہوا فرد اور ایک ایسا شخص جسے ایمان نصیب نہیں دونوں بازار میں ملتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں عدالت میں بیٹھتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں حکومت کرتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں پڑھاتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں کماتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے؟ دونوں دوستی کرتے ہیں تو اُن میں کیا فرق ہے کہ پتہ چلے کہ یہ سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور یہ نہیں ڈھلا ہوا دونوں دشمنی کرتے ہیں تو دونوں لڑائی کرتے ہیں تو پتہ چلے کہ کونسا فری لانسر ہے اور کونسا ایک حد کے اندر محدود ہے یہ اسلام ہے اور اس کے باہر کفر ہے۔

اور اس سارے کے سارے اسلام کا تعلق انسان کی عملی زندگی اور جدوجہد سے ہے۔ عبادات کا تعلق اُس فرد کو سنوارنے سے ہے اسلام کا تعلق پوری انسانی زندگی کو سدھارنے

سے ہے۔ اُسے نہ ماننے والوں کو بھی حقوق دے دیئے۔ زندہ رہنے کا حق ہر کافر کو بھی ہے۔ بلاعذر شرعی قتل نہ کیا جائے۔ اُس کی جان، مال، آبرو کے تحفظ کا حق اُسے بھی ہے۔ عقیدہ رکھنے کا حق اُسے بھی ہے۔ اللہ کا انکار کرتا ہے کرے۔ اللہ جب پرواہ نہیں کرتا وہ فرماتا ہے تم میری بات پہنچادو اُس کے بعد ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم ○ اُس نے میرے پاس آنا ہے۔ میری مخلوق ہے میں اُس سے حساب لے لوں گا۔ آپ بندوق لیکر کسی کو کلمہ نہ پڑھائیں۔ آپ بم چلا کر کسی کی عبادت گاہ تباہ نہ کریں۔ آپ سجدہ کرنے والوں پر گولیاں نہ برسائیں۔ آپ کسی کافر کے معبد میں بھی آگ نہ لگائیں۔ ہمارا دعویٰ تو مسلمان ہونے کا ہے۔ ریاست ہم نے اسلام سلامتی، امن، عزت وآبرو، تحفظ کے لئے لی اور حال کیا ہے؟ اس اسلامی ریاست میں بندوق بردار کھڑے نہ ہوں تو آپ باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتے خطرہ ہے کوئی قتل کردے گا۔ بھئی جنگلوں میں قتل ہوتے تو سُنے تھے۔ پھر بات گاؤں اور شہروں تک آئی۔ بازاروں تک آئی لیکن مساجد میں نمازی کا قتل ہونا کوئی تصور نہیں تھا یہ کوئی پاکستان کے تصور کے ساتھ کیسے مل گیا؟ میرے بھائی! اس لئے کہ ہم نے دین جو نظریات سے لیکر کردار تک کا نام تھا اُسے چھوڑ کر رسومات کو اپنالیا۔

یہ امت رسومات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

حق کا دامن ہم سے چھوٹتا جارہا ہے اور ہم محض ڈھول بجا کر، باجے گاجے بجا کر، شور مچا کر، نعرے لگا کر دیگیں پکا کر اپنی طرف سے اسلام کی خدمت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ یہ درست نہیں، ہمیں واپس آنا ہوگا اُس نقطہ ایمان پر جو بعثت رحمت عالم ﷺ نے ہمیں دیا اور خود کو کانٹ چھانٹ کر اُس میں فٹ کرنا ہوگا۔ یہ حل ہے عراق کے مسائل کا، یہ حل ہے ایران کے مسائل کا، یہ حل ہے عرب کے مسائل کا، یہ حل ہے افغانستان کے مسائل کا، یہ حل ہے کشمیر کے، فلسطین کے، مسائل کا۔ یہ حل ہے پوری مسلم امت کا اور یہی حل ہے کافروں کے بڑھتے ہوئے غرور تکبر کو روک کر انہیں جہنم کی مزید گہرائی میں جانے سے بچانے کا۔

جب ایمان آتا ہے تو چور عادل بن جاتا ہے۔ جاہل عالم بن جاتا ہے۔ شرابی پارسا ہو جاتا ہے اور ڈاکو مخیّر ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ظالم ومظلوم دونوں کی مدد کرو۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو بات سمجھ میں آئی ظالم کی مدد کیا کریں؟ فرمایا اُسے ظلم سے روکنا اُس کی مدد ہے۔ کہ جتنا جرم کر چکا ہے۔ اُس سے مزید آگے گہرائی میں تو نہ جائے۔ کہیں تو رُک جائے۔ کافر اور طاغوتی طاقتوں کو بھی رُکنے کی ضرورت ہے مگر روکے گا کون؟ اسلام، کونسا اسلام؟ جو کتابوں میں لکھا ہے۔ نہیں جو گوشت پوست کا اسلام ہے۔ وہ لوگ جن کا خاکی وجود فلسفہ بن جائے گا۔ وہ لوگ جن کی سوچ اپنی نہیں ہوگی۔ جن کی فکر اپنی نہیں ہوگی۔ جن کے کان بر آواز ہوں گے کہ حکم کیا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا مجھے یہاں کیا کرنا ہے؟ چھوڑ دو چھوٹی چھوٹی باتوں کو یہ رفع یدین کرتا ہے وہ نہیں کرتا۔ یہ ہاتھ باندھتا ہے وہ نہیں باندھتا۔ یہ اس طرح سلام پھیرتا ہے۔ یہ امین بلند کہتا ہے وہ نہیں کہتا۔ یہ یارسول اللہ ﷺ کہتا ہے وہ نہیں کہتا۔ یاران کو سب کو جو کر رہا ہے اُسے کرنے دو۔ اپنی قبر میں جائے گا اللہ کے روبرو جائے گا اور جواب دے گا میں اور آپ اُس کا حساب لینے والے نہیں ہیں۔ آپ کے پاس اچھی بات ہے تو اپنی اچھی بات کی تشہیر کریں دوسرے کے گناہوں کو اچھالنے سے کیا حاصل ہوگا؟

کیا صحابہ کرام کے زمانے میں لمبی تقریریں ہوتی تھیں، جلسے ہوتے تھے، اخبار چھپتے تھے، یہ میڈیا تھا، یہ بنتی تھیں، کیسٹیں سٹیلائیٹ پہ جاتی تھی، اُس پہ کچھ بھی نہیں تھا تو پھر اسلام کیوں دنیا میں پھیل گیا؟ انہیں جو دیکھتا تھا وہ کہتا تھا اگر یہ اسلام ہے تو یہ مجھے بھی ہونا چاہیے۔ آج آپ نے سنا کیا فرما رہے تھے پروفیسر کہ جارج برنا ڈشا جیسا بندہ کہتا ہے میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں لیکن جب مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو دل کانپ جاتا ہے یار میں ایسا نہیں بنوں گا۔ مسلمان ہونا

چاہتا ہوں دیکھو فرق کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ کہ فلسفہ ایمان نے انسان کو مسلمان اور اسلام کے فلسفے میں ڈھال دیا اور دیکھ دیکھ کر لوگ انہیں اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

محمد بن قاسمؒ نے جب اس برصغیر پہ پہلا حملہ کیا۔ وہ راجہ داہر کا جو جرنیل بلوچستان کی حد پہ لڑ رہا تھا۔ پہلی جنگ جہاں ہوئی تھی اُسے شکست ہوئی بڑا اعظیم قلعہ تھا فتح ہو گیا اور جرنیل زخمی ہو گیا۔ مسلمانوں کی حراست میں چلا گیا مسلمانوں نے بڑی دلجمعی سے' بڑے اطمینان' بڑی محبت سے' اُس کا علاج کیا۔ بڑے ماہر جراح ساتھ تھے اور وہ سوچتا رہا کہ یہ میرا علاج اس لئے کر رہے ہیں کہ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو فوجی راز مجھ سے اگلوائے جائیں گے۔ اگلے پڑاؤ کی بات ہوگی' قلعوں کی بات ہوگی' کہاں کتنی فوج ہے؟ ہمارا کیا تحفظ تھا؟ تو یہ سارے فوجی راز پوچھے جائیں گے۔ آخر امیر لشکر کو اطلاع دی گئی کہ راجہ داہر کا جرنیل اب سفر کر سکتا ہے اور بالکل صحت مند ہے۔ محمد بن قاسمؒ اُس کے خیمے میں تشریف لائے۔ پیار سے ملے اور فرمایا ان کی وردی' ان کے سٹار' ان کا جھنڈا' ان کا گھوڑا' ہر چیز موجود ہے فرمایا لے آؤ انہیں وردی پہنوائی اُن کے سٹار لگوائے اُن کے پاس جو جھنڈا ہوتا تھا انہیں وہ دیا اور فرمایا یہ آپ کا گھوڑا ہے اور تم آزاد ہو جا سکتے ہو۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اُس نے کہا کیا بات کر رہے ہیں؟ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں' اُس نے کہا میں آپ کے خلاف لڑا ہوں۔ میں جرنیل ہوں اور میرا والد راجہ داہر کا سالار ہے۔ اور میں نئی فوج لے کر آؤں گا۔ انہوں نے فرمایا یہ تمہاری مرضی۔ اگر تم لڑائی کا راستہ اپنانا چاہتے ہو تو ہم تمہیں نہیں روکیں گے لیکن ہم تمہیں قتل کرنے یا قید کرنے نہیں آئے۔ تم تک اللہ کا اور امن کا پیغام پہنچانے آئے ہیں۔ ہم تمہیں سلامتی دینے آئے ہیں۔ ہمارے دامن میں اسلام ہے۔ جو ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں لہرا کر فتح کر کے اور تمہیں غلام نہیں بنانا

''عریش بدر۔ اُس میں آپ ﷺ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور ایک عجیب بات کہی' اے اللہ! میں سارے کا سارا اسلام لے آیا ہوں''

چاہتے۔ اُس نے کہا مجھے اسلام کی فلاسفی سمجھاؤ۔ مجھے یہ بات بتاؤ یہ تمہیں کس نے بتائی۔ یہ کون ایسا ہے جو دشمنوں کا بھی بھلا چاہتا ہے۔ جب اُسے آقائے نامدار ﷺ کا پیغام سنایا گیا۔ خاموش ہو کر چلا گیا۔ کلمہ نہیں پڑھا۔ راجہ کے دربار میں پہنچا باپ اُس کا سالار اعظم تھا۔ پتہ چلا قید سے نکل آیا ہے بھئی کیسے نکلے؟ بھاگ کر آئے' چھوٹ کر آئے اُس نے کہا جی پہلی بات تو راجہ صاحب یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ رہا ہوں۔ لاالہ الا للہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ میں بھاگا نہیں ہوں۔ میں بدل گیا ہوں۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اُس نے کہا تو نے کلمہ وہاں کیوں نہیں پڑھا؟ اُس نے کہا اس لئے کہ کلمے کا حق ادا نہ ہوتا اور لوگ کہتے کہ مسلمانوں سے ڈر کے پڑھا۔ میں نے اس لئے دربار میں آ کے پڑھا۔ جب عرب قیدی دیبل کی فتح کے بعد قید خانے سے نکالے گئے تو اُن قیدیوں کے ساتھ اُسے بھی وہاں سے رہا کرایا گیا۔ اسلام تو یہ تھا جس نے جنگیں ختم کر کے جہاد دیا۔

جنگ ہوتی تھی دشمن کو تہس نہس کرنے کے لئے **To Crush the enemy** اُس کے وسائل' اُس کے ریسورسز' اُس کے سکول' اُس کے کالج' اُس کے روزی کے وسائل' کارخانے' ہر چیز تباہ کر دو تا کہ سر نہ اٹھا سکے۔ جہاد ہے اگلے کو ظلم سے روکنے کے لئے' ظلم سے رُک جائے تو اُس کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ یہ سارا کچھ اس سب تبدیلی کی بات کیا ہے؟ کوئی فکر کرے۔ ایک یہ ڈنڈا بغیر بنانے والے کے نہیں بنتا۔ یہ رسی بغیر بنانے والے کے نہیں بنتی' یہ سپیکر یہ مائیک بغیر بنانے والے کے نہیں بنتے' ساری کائنات کا بنانے والا بھی تو کوئی ہوگا؟۔ کون ہے وہ کاریگر جس نے اسی عجیب اتنی کمپلیکیٹڈ کائنات کو کسی طرح بنا دیا۔ ایک ذرہ اور بہت چھوٹا سا اُسے ایٹم کہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مختلف تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو سبزہ بن جاتا ہے۔ دوسری تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو پھل بن جاتا ہے۔ تیسری تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو لوہا بن جاتا ہے۔ اُن کی

ریشو بدلتی ہے ملاوٹ کی نسبت بدلتی ہے تو سونا بن جاتا ہے' ہیرا بن جاتا ہے' پتھر بن جاتا ہے' عجیب کاریگر بیٹھا ہے کہ ایک ہی طرح کا مادہ ہے۔ ایک ہی طرح کے سارے ایٹمز ہیں۔ اُن سے رنگ برنگی چیزیں بنتی چلی آ رہی ہیں کون کاریگر ہے؟ کہاں ہے؟ بڑا بنیادی سوال تھا اس کا جواب اللہ کریم نے دیا۔

اللہ وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ھوالذی ارسل رسولہ'. تمہیں اس کاریگر کا پتہ ملے گا بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے' اس لئے ایک ایسی ہستی کو مبعوث فرما دیا کتنی عجیب بات ہے؟ بالھدیٰ۔ ھدیٰ ایک عرب کا وسیع المعانی لفظ ہے۔ جس طرح آپ کہتے ہیں دو نقطوں کے درمیان سب سے مختصر خط جو ہوتا ہے وہ خط مستقیم ہوتا ہے یہی معنیٰ ھدیٰ کا ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح ترین طریقہ جو ہوتا ہے وہ ھدیٰ ہوتا ہے۔ وہ سیاست ہو' وہ کاروبار ہو' وہ جنگ ہو' وہ صلح ہو' وہ محبت ہو' وہ دوستی ہو' وہ دشمنی ہو' وہ نکاح ہو' وہ شادی ہو' اولاد ہو' زراعت ہو' ملازمت ہو' کسی بھی کام کو کرنے کا زندگی کے تمام امور میں کسی چیز کے کرنے کا صحیح ترین طریقہ ھدیٰ کہلائے گا۔ فرمایا اللہ وہ ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کو پوری انسانی زندگی کے تمام مسائل کا آسان ترین حل دے کر مبعوث فرمایا اور کمال دیکھیے بالھدیٰ و دین الحق. دنیا کے سارے امور جو ھدیٰ کے مطابق ہدایت نبوی ﷺ کے مطابق ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کئے جائیں وہی دین حق ہیں۔ زندگی کا ہر وہ کام وہ جنگ ہو یا صلح' خرید و فروخت' سفر حضر' جو سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائے وہ دین حق ہے اور فرمایا یہ اس لئے کہ میری مخلوق تباہ نہ ہو۔ دکھ نہ سہے۔ پریشان نہ ہو' اور طرح طرح کے فرضی بنائے ہوئے مذہبوں کی زنجیروں میں جکڑ کر رسوا نہ ہوتی رہے۔ لیظھرہ' علی الدین کلمہ ٥ ہر طرح کے ڈھانچے جو انسانوں کو استعمال کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں اُس پر' غالب آئے۔ اس کی تعبیر کا حق ادا کر دیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے اور ہماری بدنصیبی دیکھو کہ ہم وہ ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ مسلمان ہونے سے رُک رہے ہیں۔

ببیں تفاوت را از کجا است تا بکجا

میرے خیال میں وقت کافی ہو گیا ایک درخواست ہے' آرزو ہے' تمنا ہے' اور اُس کے لئے اللہ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ اس بعثت رحمت عالم ﷺ کو اتنا عام کرو کہ گلی گلی بعثت ہو جائے۔ ہر شہر میں جلسہ کرو۔ ہر گاؤں میں جلسہ کرو۔ ہر بازار میں بات کرو۔ ہر موڑ پر بات کرو' ہر دکان میں یہ بات یاد دلاؤ جب کسی سے ملو اُسے دلاؤ کہ ہم امین ہیں بعثت رحمت عالم ﷺ کے اور ہم پر ذمہ داری ہے کہ ہم اس پیغام کو عام کریں۔ یہ علاج ہے آپ کے اور آپ کی پوری امت کے ہر زخم کا مرہم یہی ہے۔ میری دانش' میری بینش' میری تحقیق' جو کچھ اللہ نے مجھے علم دیا ہے میری ریسرچ کا حاصل یہ ہے کہ امہ کے سارے دکھوں کا علاج اس ایک نقطے میں ہے۔

> جس نے مشت غبار کو صرف اللہ سے ہم سخن نہیں کیا بلکہ اس میں وہ شعور پیدا کر دیا کہ یہ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کئے بیٹھا ہے۔

اللہ ہمیں توفیق دے۔ یہ حکمرانوں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ سیاست دانوں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ تاجروں اور اجروں کے لئے بھی راہ ہدایت ہے۔ عام آدمی کیلئے بھی راہ ہدایت ہے۔ ہر مسلمانکو اس مقام پہ واپس آنا ہوگا یا پھر ایک دوسرا راستہ بھی ہے۔

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ'. اگر تم واپس نہیں آؤ گے تو کسی اور قوم کو توفیق دے دے گا۔ وہ کلمہ پڑھ کر ایمان کے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ بات وہاں تک پہنچے اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم توبہ کر کے اُس ایمان کو اپنا لیں جو ہماری سوچوں سے لیکر کردار تک بدل دے۔ امین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

عہدِ حاضرہ اور قیامِ امن

عہد حاضرہ کی ایک عالمی کوشش ہے۔ جس پہ روئے زمین کی ساری حکومتیں متفق ہیں کہ امن قائم ہونا چاہئے۔ یہ بڑا خوبصورت جملہ ہے اب اس کے ساتھ قیام امن کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟ اس کا حل عہد حاضرہ کی بزعم خود سُپر پاور امریکہ نے دریافت کیا کہ قیام امن کے لئے دہشت گردی کے خلاف جنگ کی جانی چاہئے۔ جس کی ابتدا افغانستان اور عراق پر شروع ہے

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 23-1-04

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعداللہُ الذین امنُوا منکم

وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھُم فی

الارض کما استخلف الذین من قبلھُم

ولیمکنن لھُم دینھُم الذی ارتضیٰ لھُم

ولیبد لنَّھُم من بعد خوفھِم امناًo یعبدُو

ننی لا یُشرِکون بی شیاً. ومن کفر بعد

ذالک فائولٰیکَ ھُم الفٰسِقُونo

اٹھارہویں پارے میں سورۃ نور میں یہ آیت کریمہ آیت استخلاف کہلاتی ہے۔ استخلاف سے مراد ہے کہ اللہ کریم نے خلافت ارضی یا حکومت مسلمانوں کو، مومنین کو، دینے کا اس میں وعدہ فرمایا ہے۔ آج مسلم دنیا میں ایک اضطراب ہے اور کم وبیش ہر بندہ اس بات پہ پریشان ہے کہ روئے زمین پر مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ آپ اُس وقت کا اندازہ کیجئے جب مدینہ منورہ میں جو کہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ خلافت اور حکومت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی اور دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں، ریاستیں، حکومتیں، جو غیر مسلموں کے پاس تھیں۔ سب نے اُس کے خلاف ایکا کر لیا اور اُسے مٹانے پر تُل گئے۔ اور مسلمانوں کا عجیب عالم رہا۔ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد تین سال تک کوئی شخص رات کو بھی زرہ اتار کر یا اسلحہ الگ رکھ کے

> **ہر بندہ اس بات پہ پریشان ہے کہ روئے زمین پر مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔**

نہیں سوتا تھا۔ اتنا خطرہ اور اس قدر خوف تھا۔ پھر مدینہ منورہ پہ حملے ہوئے اور غزوہ خندق کے بعد اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ کافروں نے جو زور لگانا تھا لگا چکے۔ اب انشاء اللہ فتح ہمیشہ مسلمانوں کی ہوگی اور ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ اُس کے بعد مسلمان اطراف واکناف میں پھیلے۔ کافر طاقتوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں ہوئی۔ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی وانتُم الاعلمون. اب اس کے بعد ہمیشہ تم فاتح رہو گے ساتھ شرط یہ لگا دی گئی ان کنتُم مومنین. اگر تم اس طرح ایمان پر قائم ہو۔ اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ وہ مٹھی بھر خانہ بندوش جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے وقت بڑے بے بس نظر آتے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کی ریاست بناتے وقت ظاہری طور پر بڑے کمزور نظر آتے ہیں اور کافر طاقتیں انہیں لقمہ تر سمجھتی ہیں۔ انہوں نے چند سالوں میں روئے زمین کی بڑی بڑی جابر اور ظالم طاقتوں کو نشہ اقتدار سے بیدار کر دیا اور اُن کے تکبر ونخوت کو توڑ کر اُن کے ظلم وجبر سے لوگوں کی گردنیں آزاد کر دیں۔ روئے زمین پر عدل وانصاف قائم کر دیا۔ اُس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ سچے مومن تھے۔ جو شرط اللہ نے لگائی تھی۔ ان کنتُم مومنین. اگر تم سچے مومن ہوئے ایمان پر قائم رہے تو انتُم الاعلمون. تو پھر تم ہی فاتح ہو۔ تو اس آیت کریمہ میں ایک عجیب وعدہ فرمایا۔ وہ آیت بھی ہمیشہ کے لئے ہے۔ آج بھی اللہ کا وہ وعدہ موجود ہے۔ یہ دوسری بات اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمائی۔

وعداللّٰـہ الـذین امنو منـکم

وعملوا الصلحٰت. تم میں سے جو بندہ تم میں سے جو لوگ ایمان پر قائم رہیں اور عمل صالح اختیار کریں اللہ اُن سے وعدہ فرماتا ہے۔

لیستخلفنھُم فی الارض قبلھم.

جس طرح اُن سے پہلے اہل ایمان کو روئے زمین پر قوت واقتدار واختیار دیا۔ **ولیمکنن لھُم دینھم الذین ارتضیٰ لھُم.** اور اُن کے لئے اُس دین کو جس کو اللہ نے پسند کیا ہے اُس کو مستحکم کر دے گا۔ اُن کے اقتدار کی وجہ سے' اُن کی خلافت کی وجہ سے' دین مستحکم ہو جائے گا۔

ولیُبدلنھُم من بعد خوفھم امناً o اور خوف کی فضا سے نکل کر' ڈر کے دائرے سے نکل کر' انہیں امن نصیب ہو جائے گا۔

یعبدُوننی لایُشرکون بی شیاًo

پھر وہ اکیلے پروردگار عالم کی' اللہ کی' عبادت کریں گے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

ومن کفر بعد ذالک . اگر اس کے بعد کسی نے ناشکری کی اور اللہ کا شکر نہ کیا اور نافرمانی کی **فائولٓئک ھُمُ الفٰسِقُون o** تو پھر وہ بدکاروں میں شمار ہوں گے۔ پھر وہ اس وعدے کے مستحق نہیں رہیں گے۔

عہد حاضرہ کی ایک عالمی کوشش ہے جس پہ روئے زمین کی ساری حکومتیں متفق ہیں کہ امن قائم ہونا چاہئے۔ یہ بڑا خوبصورت جملہ ہے اب اس کے ساتھ قیام امن کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟ اس کا حل عہد حاضرہ کی بزعم خود سُپر پاور امریکہ نے دریافت کیا کہ قیام امن کے لئے دہشت گردی کے خلاف جنگ کی جانی چاہئے۔ اب بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ دہشت گردی کا تعین کون کرے؟ دہشت گردی کیا ہے؟ اہل فلسطین کا اپنا ملک اپنا گھر تھا۔ یہودیوں کو دوسرے ممالک سے لاکر وہاں اُن کے سروں پہ بٹھا دیا گیا۔ اب اگر وہ فریاد کرتے ہیں کہتے ہیں ہمارا گھر خالی کرو تو کہتے ہیں یہ دہشت گرد ہیں اور روزانہ سینکڑوں فلسطین یہودیوں کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں۔ شہید ہوتے ہیں۔ اُسے

جنھوں نے اللہ کو مانا' روئے زمین پر امن قائم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

دہشت گردی نہیں کہا جاتا۔ اس طرح الجزائر میں مغربی دنیا کے مروجہ اصولوں کے مطابق علماء نے اور دین دار لوگوں نے اتحاد کر کے مغربی جمہوریت کے قواعد کے مطابق الیکشن جیت لیا۔ اُن کی حکومت بننا چاہیے تھی۔ وہاں عالمی طاقتوں نے مارشل لا لگوا دیا۔ اور اب وہاں پر روز قتل عام ہو رہا ہے اور دہشت گرد انہیں کہا جاتا ہے جن کا حق مارا گیا۔ عجیب معیار ہے کہ جن کا حق مارا گیا وہ دہشت گرد ہیں۔ اُس کے بعد کشمیر کی باری آ گئی۔ ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ جب ہوا تھا تو ریاستوں کے حق میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اُن کی اکثریت جس ملک کے ساتھ رہنا چاہئے اُس ریاست کا الحاق اُس ملک سے ہوگا۔ وہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔ لیکن ہوا کیا؟ جونا گڑھ کی ریاست طاقت سے ہڑپ کر لی، بھارت نے حیدر آباد دکن کی ریاست بزور بازو بھارت نے ہڑپ کر لی۔ اور کشمیر بھارت نے بزور بازو ہڑپ کرنا چاہا مسلمان مجاہدین نے پاکستان سے مزاحمت کی اور بڑی عالمی طاقتوں نے درمیان میں آ کر ایک لائن آف کنٹرول مقرر کر دی اب جو کچھ بھارت نے ہڑپ کر لیا تھا وہ اُس کے پاس ہے اور بہت تھوڑا سا حصہ آزاد کشمیر ہے۔ وہ تب سے اب تک یعنی اگر وہ لوگ بھارت کے ساتھ ہیں تو بھارت کو وہاں دس لاکھ فوج لگانے کی ضرورت کیا ہے؟ روزانہ قتل عام کیوں ہوتا ہے؟ وہ روزانہ کیوں مرتے ہیں؟ وہ کیوں لڑ رہے ہیں؟ بھارت کے ساتھ، اور اگر بھارت کے ساتھ ہیں تو پھر وہاں حق رائے دہی کا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ وہ بھارت کے حق میں رائے دے دیں گے اور جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ وہاں دہشت گرد اہل کشمیر کو کہا جاتا ہے۔ جن پر ظلم ہو رہا ہے۔ اسی طرح افغانستان میں افغانوں نے اپنی حکومت قائم کی۔ وہ اچھے تھے یا بُرے تھے' وہ نیک تھے' یا بدکار تھے' وہ حکومت اُن کی صحیح تھی یا غلط تھی' کسی کو اُس سے کیا مطلب؟ اُن کا اپنا ملک تھا۔ اُس ملک کے لوگ تھے۔ انہوں نے اپنی پسند سے حکومت قائم کی۔ امریکہ بہادر نے لاکھوں عورتیں' بچے' معصوم جانیں' بے'

گناہ عوام کو تہہ تیغ کر کے ایک ملک کو تباہ برباد کر کے رکھ دیا۔ پھر عراق کی باری آ گئی۔ امریکہ سے آ کر عراق پر بمباری کرنا دہشت گردی نہیں ہے اور عراقی جو اپنے حق کا دفاع کرتے ہیں وہ دہشت گرد ہیں۔ تو یہ قیام امن کا ایک انوکھا طریقہ جو دریافت کیا اہل حاضرہ کی بڑی طاقتوں نے اس کا نتیجہ کیا ہے؟ کیا وہاں امن قائم ہو گیا؟ کیا فلسطین میں امن قائم ہو گیا؟ کیا الجزائر میں امن قائم ہو گیا؟ کشمیر میں امن قائم ہو گیا۔ افغانستان میں امن قائم ہو گیا۔ عراق میں امن قائم ہو گیا۔ یا اُس بدامنی کے اثرات نے دوسری دنیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور باقی ممالک میں بھی قتل و غارت گری شروع ہو گئی۔ خود امریکہ کے لوگ بھی روز مر رہے ہیں تو آخر اس بدامنی کا حل کیا ہے؟ اور اس بدامنی کو امن میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟

قرآن کریم یہ ذمہ داری اُن لوگوں پہ عائد کرتا ہے۔ جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لائے۔ جنہوں نے اللہ کو مانا۔ اللہ کی کتاب کو مانا۔ اللہ کے احکام کو مانا انہیں ذمہ داری سپرد کرتا ہے کہ روئے زمین پر امن قائم کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں یہ تو بڑا اعتراض ہوتا ہے کہ جی وہ مغرب کا ٹی۔ وی جو ہے اُس پہ بہت بے حیائی ہوتی ہے اور اب تو مشرق میں بھی کسر نہیں رہی۔ مغرب میں عورت کی عزت نہیں ہے، پردہ نہیں ہے، یا بدکاری حد سے گزر گئی ہے لیکن کبھی ہم نے یہ بھی سوچا کہ اس بے حیائی کو، اس بدکاری کو، اس بُرائی کو، اس کو روکنے کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا اس بے حیائی کو وہ روکے گا جو اللہ کو اللہ نہیں مانتا۔

جو محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی نہیں مانتا۔ جو قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتا۔ وہ روکے گا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

کہ شیاطین جو ہیں وہ اپنے دوستوں کے دلوں میں باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔ اُن سے بات کرتے رہتے ہیں۔ انہیں مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کافر سے بڑا شیطان کا دوست

دنیا تاریکیوں کی لپیٹ میں ہے اور اُسے روشنی بخشنا یہ بندہ مومن کی ذمہ داری ہے

کون ہو گا۔ اور جسے شیطان مشورے دے گا وہ بے حیائی روکے گا وہ بُرائی روکے گا یا بڑھائے گا۔ اسے روکنا یہ بندہ مومن کی ذمہ داری ہے۔

دنیا تاریکیوں کی لپیٹ میں ہے اور اُسے روشنی بخشنا یہ بندہ مومن کی ذمہ داری ہے۔

قوت عشق سے پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

لیکن یہ کون کرے گا؟ وہ مسلمان جو اللہ کا نام لینے سے بیزار ہے۔ وہ مسلمان جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کرنے سے بیزار ہے۔ وہ مسلمان جسے احکام شریعت بھارے لگتے ہیں۔ وہ مسلمان جو کافروں کی زندگی جینا چاہتا ہے۔ وہ مسلمان جو خود سود کھاتا ہے۔ وہ مسلمان جو خود دنیا کی سب سے بڑی بُرائی کا حصہ بن چکا ہے۔ وہ کیسے روکے گا؟ یہاں تو یہ قید لگا دی اللہ کا وعدہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جن کا عقیدہ صحیح ہو۔ امنوا۔ ایمان وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا۔ ایمان وہ ہو جس کا تقاضا شریعت محمدی ﷺ کرتی ہے۔ ایمان وہ ہو جس کا تقاضا اللہ کی کتاب کرتی ہے اور صرف ایمان نہیں ایمان کے ساتھ عمل صالح ہو۔ وعملوا الصلحت. عمل صالح ہو اور عمل کی صلاحیت یہ ہے کہ ہر وہ عمل صالح ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی نقل ہے یا آپ ﷺ کو پسند ہے۔ جو آپ ﷺ نے کرنے کا حکم دیا۔ جسے آپ ﷺ نے پسند فرمایا وہ عمل صالح ہے۔ اور جو حضور آقا نامدار ﷺ کو پسند نہیں وہ غیر صالح ہے۔ اُس میں صلاحیت نہیں ہو سکتی۔ تو یہ دو شرطیں آ گئیں عقیدہ بھی درست ہو، ایمان بھی صحیح ہو اور دل کی گہرائی سے یقین ہو اللہ کی توحید پر، اللہ کی کتاب پر، اور آخرت پر، ضروریات دین پر، نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر، آپ ﷺ کے خاتم النبین اور رحمۃ للعلمین ہونے پر، اور پھر پوری کوشش ہو اُس کی کہ میں ہر کام حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق کروں گا۔ خلوص دل سے یہ خواہش اور کوشش پوری ہو۔ کہ میں حضور ﷺ کی نافرمانی نہ کروں۔ فرمایا اگر تم ایسے بن جاؤ گے میں تمہیں زمین پر اقتدار دے دوں گا۔ میں تمہیں حکومت دوں گا۔ میں تمہیں حکومت دوں گا۔ میں تمہیں خلافتِ ارضی دوں

گا۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو دی۔ پہلی امتوں کو دی۔ اور جب ایسے لوگ اقتدار میں آئیں گے تو ہوگا یہ کہ جو دین اللہ نے پسند کیا ہے وہ مضبوط اور راسخ ہو جائے گا۔ وہ لاگو ہو جائے گا اور اُس پر عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔ جب یہ ہوگا پہلے فرد کی اصلاح ہوگی اُس کے ایمان کی اور اُس کے عمل کی۔ اب اُس کے بعد دوسرا کام اللہ کا ہے۔ اُس کا وعدہ ہے کہ وہ اُسے حکومت واقتدار دے گا۔ تیسرا کام یہ ہوگا کہ اُس کے اقتدار کی وجہ سے اللہ کا دین نافذ ہو جائے گا۔ تب جا کر وہ فضا میسر ہوگی۔

ولیبد لنھُم من بعد خوفھم امناً o

پھر دنیا کو خوف نہیں رہے گا۔ روئے زمین پر امن قائم ہو جائے گا۔ پھر لوگوں کے دلوں میں خطرہ اور ڈر نہیں ہوگا۔ لوگ امن سے جی سکیں گے۔ کوئی کسی کی آبرو نہیں لوٹے گا۔ کوئی کسی کی جان نہیں چھینے گا۔ کوئی کسی کا مال نہیں چھینے گا۔ ہر طرف عدل وانصاف ہوگا اور امن وامان ہوگا۔ یہ دو طریقے ہیں ایک طریقہ جو قرآن کریم نے بتایا یہ آزمودہ ہے چودہ سو سال پہلے آزمایا گیا۔

جب دنیا کی حالت یہ تھی کہ افریقہ اور آسٹریلیا جیسے ممالک میں انسان انسانوں کو مار کر' پکا کر' کھاتے تھے۔ برصغیر میں اُس عہد میں جب یہاں کی آبادی لاکھوں میں تھی۔ بتوں کی تعداد چونتیس کروڑ تھی۔ اور انسانوں کو پتھر کے بتوں کے آگے ذبح کر دیا جاتا تھا اور قربانی چڑھایا جاتا تھا۔ زیور لوٹنے کے لئے عورتوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا اور اُسے عبادت سمجھا جاتا تھا۔ بندر پوجے جاتے تھے۔ سانپ پوجے جاتے تھے۔ چوہے پوجے جاتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ آج تک بھارت میں پوجے جا رہے ہیں اس نئی روشنی میں حد یہ ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان ہونے پہ شرمندہ شرمندہ اور معذرت خواہانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہے کہ میں مسلمان ہوں اور بھارت میں ہندو بڑے فخر سے سٹیلائٹ پہ دکھا رہا ہے کہ جی ہم چوہوں کی پوجا کرتے ہیں۔ بندروں کی پوجا کرتے ہیں۔

> **ایمان وہ ہو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا۔ جس کا تقاضا شریعت محمدی ﷺ کرتی ہے۔**

گائے کو پوجتے ہیں۔ سانپ کی پوجا روزانہ پروگرام چل رہے ہوتے ہیں۔ سٹیلائٹ پہ۔ یہاں سے شمال کو جائیں تو شمالی علاقوں کا عالم یہ تھا کہ ہر طاقت ور ہر کمزور کو لوٹ لیتا۔ اُس کے بچے چھین لیتا۔ اُس کی بیویاں چھین لیتا۔ مال چھین لیتا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ اور مغرب کا عالم یہ تھا جو آج تہذیب کا علمبردار بنا ہوا ہے اسے The wiled wiled west کہتے تھے دو دفعہ وحشی وحشی مغرب۔ یورپ اور برطانیہ کے لوگ غاروں میں رہتے تھے۔ انہیں The cave men کہتے تھے غاروں میں رہنے والے لوگ انہیں مکان بنانا نہیں آتا تھا۔ دنیا میں امن نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ خود جزیرہ نمائے عرب میں ایک ایک لقمے کے لئے ایک ایک بندے کا گلا کاٹ دیا جاتا تھا۔ چند سکوں کے لئے خالی زبانی فرضی آنرز کے لئے بندوں کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ کوئی پوچھتا نہیں تھا۔

تب نبی کریم ﷺ نے یہ بندے جمع فرمائے جن پر امنو وعملو الصلحت ۔ کا اطلاق ہوتا ہے ایک مبارک جماعت صحابہ کی وجود میں آئی۔ جن کے عقائد بھی درست تھے۔ جن کا کردار بھی صحیح تھا۔ تعداد میں مٹھی بھر تھے اور روئے زمین پر کفر، بُرائی، ظلم وجور پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایسا قادر ہے اُس نے اُس مٹھی بھر جماعت کو وہ اقتدار بخشا کہ ربع صدی سے کم عرصے میں معلوم دنیا کے تین حصوں پر اسلام نافذ ہو چکا تھا۔ افریقہ سے چین تک، سائبریا تک اور چین سے ہسپانیہ تک۔ آج بھی نقشہ سامنے رکھ کے دیکھو چین سے ہسپانیہ تک اور سائبریا سے افریقہ تک کتنی دنیا اُس کے نیچے آ جاتی ہے۔ ایک حکومت تھی۔ تار نہیں تھی' ٹیلی فون نہیں تھا' گاڑیاں نہیں تھیں' جہاز نہیں تھے اور اس ساری سلطنت کا فرماں روا مسجد نبوی ﷺ کا خطیب اور امام تھا اور اس ساری سلطنت کے چپے چپے پہ عدل وانصاف قائم تھا یہ طریقہ آزمایا جا چکا۔

اُس کے بعد اب نیا طریقہ جو نئی طاقتوں نے کیا۔ یہ آزمایا جا رہا ہے اور گزشتہ نصف صدی سے آزمایا جا رہا ہے اور گزشتہ نصف

صدی میں ہر آنے والا ہر دن پہلے سے زیادہ بدامنی لاتا ہے۔ یعنی دونوں کے نتائج دیکھ لیجئے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ غیر مسلم تو اپنی بات پہ بضد ہے اُسے اللہ سے تعلق نہیں ہے۔ اُسے قرآن سے تعلق نہیں ہے۔ اُسے محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق نہیں ہے۔ اُسے اسلامی تاریخ سے بھی اگر دلچسپی ہے تو اتنی کہ وہ اُسے تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ اگر اُس کے بس میں ہو تو یہ حقائق جو میں عرض کر رہا ہوں۔ یہ کسی فرد تک نہ پہنچے ہوں۔ اُس نے بدل دیئے ہوں لیکن یہ اتنے روشن حقائق ہیں کہ ساری کوشش کے باوجود وہ انہیں بدل نہیں سکتا وہ تو اپنا طریقہ آزما رہا ہے اُس میں دنیا تباہ ہو رہی ہے' دنیا جہنم زار بن رہی ہے ہر بندہ خوف زدہ ہے' ہر بندہ اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتا ہے کیسی عجیب بات ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا بھی ڈر رہا ہے اور اللہ کے گھر میں بھی بیٹھا ہوا لوگوں سے ڈر رہا ہے کہ کوئی مسجد میں آ کر قتل نہ کر جائے۔ لیکن مسلمان کہلانے والا اور مومن کہلانے والا اس طرف کیوں نہیں آتا؟ جہاں اللہ کا وعدہ ہے اس کی سمجھ نہیں آتی۔ سمجھ میں نہ آنے والی بات یہ ہے کہ ہم جو اپنے آپ کو بندہ مومن کہتے ہیں ہم جن کا دعویٰ ہے کہ ہمارا ایمان درست ہے۔ ہم جن کا دعویٰ ہے کہ ہمارا کردار درست ہے۔ ہم اس طریقے کی طرف کیوں نہیں آتے۔ دنیا میں چھپن کے قریب اسلامی ریاستیں ہیں۔ مسلمانوں کی ریاستیں' کسی ریاست میں دین کو استحکام کیوں نہیں ہے دین نافذ العمل نہیں ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ عہد حاضر کا وہ بندہ بھی مسلمان ہے جو کہتا ہے کہ یہ قابل عمل ہی نہیں۔ اور وہ بھی مسلمان ہے جو کہتا ہے کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ یہ قابل عمل نہیں ہے دوسرا اس سے بڑھ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ تو پرانے وقتوں کی اور جنگلیوں کی بات ہے اور اُس میں وحشیانہ سزائیں ہیں۔ اب تو دنیا مہذب ہوگئی ہے اب اس زمانے میں یہ کہاں سے آئے گا تو اگر مومن

> وہ ایسا قادر ہے اُس نے اُس مٹھی بھر جماعت کو وہ اقتدار بخشا کہ ربع صدی سے کم عرصے میں معلوم دنیا کے تین حصوں پر اسلام نافذ ہو چکا تھا

بھی اپنا کردار آقائے نامدار ﷺ سے توڑ کر اپنے کردار کا رشتہ کافر سے جوڑ لے۔ آپ کے ملک میں بھی تو آپ نے پاکستان رکھ لیا لیکن یہاں بھی جب انگریزی سال بدلتا ہے تو نیو ایئر نائٹ منائی جاتی ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں سب کچھ ہوتا ہے۔ شرابیں بھی اڑتی ہیں۔ بدکاریاں بھی ہوتی ہیں۔ حالانکہ سال تو عیسائیوں کا ہے۔ ہمارا سال تو یکم محرم کو تبدیل ہوتا ہے۔ مسلمان کا سال تو قربانیوں سے شروع ہوتا ہے اور قربانی پہ ختم ہوتا ہے۔ مسلمان کے سال کی ابتدا بھی خون سے لکھی جاتی ہے اور اُس کی انتہا بھی خون سے لکھی جاتی ہے محرم بھی قربانیوں کا مہینہ ہے ذوالحج بھی قربانی کا مہینہ ہے۔ مسلمان کے سال کی ابتدا بھی قربانی سے ہے اور انتہا بھی قربانی سے ہے۔ کہیں عیاشی کا تصور نہیں ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ ہمیں ہندوؤں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا آپ ایک عام آدمی سے پوچھیں اُسے ہندوؤں کے مہینے یاد ہیں۔ انگریز کی غلامی نصیب ہوئی انگریز کے مہینے یاد ہیں اسلام کے تو ہمیں مہینے بھی یاد نہیں' سال یاد نہیں' تاریخ کا پتہ نہیں' کمیٹیاں بنتی ہیں کہ یہ مہینہ بدلا کہ نہیں بدلا۔ پھر کمیٹیوں میں لڑائی ہوتی ہے پھر تین تین عیدیں ہوتی ہیں۔ جھگڑا اس بات پہ ہوتا ہے کہ مہینہ بدلا کہ نہیں بدلا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس اعلان کرنے اور نہ کرنے کے لئے بھی لوگ رشوت لیتے ہیں تو امن کہاں سے آئے گا؟

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کہ اگر کفر کعبے سے نکل کھڑا ہو تو مسلمانی کہاں جائے گی؟ کعبے سے کفر نکلنے سے مراد یہی ہے کہ مومن اگر کافر کا کردار اپنا لے جسے کعبہ ہونا چاہئے تھا وہی مندر بن جائے، گرجا بن جائے' تو پھر مسلمانی کہاں رہے گی؟

میرے بھائی! ہم باتیں تو کرتے ہیں اور سب کے لئے کرتے ہیں جب یہ طریقہ آزمایا' مسلمان مٹی بھر تھے۔ آج دو سو کروڑ یا کم از کم دو ارب مسلمان روئے زمین پر ہیں۔ پوری دنیا کی آبادی کا ایک تہائی وہ لوگ ہیں جو خود مسلمان کہلاتے ہیں۔ اگر یہ دو سو کروڑ بندہ اس دائرے

نوٹس داخلہ

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

ایف۔ اے اور

ایف ایس سی پارٹ I

کے داخلہ کے لئے

15 جون سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

داخلہ 15 اگست تک جاری رہے گا

(نوٹ)

امیدوار جماعت نہم کے رزلٹ کارڈ ساتھ لیتے آئیں۔

بمقام:۔ صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ

ضلع چکوال فون 0572-562222

562200

میں آجائے۔ امنوا و عملو الصلحت۔ تو کتنا بڑا انقلاب آئے۔ یہ بات بھی ہم کرتے ہیں لیکن اس دو سو کروڑ میں، میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں کیا ہم اس ایک بندے کو اس پہ آجانا چاہئے درست سوچنا یہ ہے کہ میں خود اپنے آپ کو اور آپ اپنے آپ کو کیا اس راستے پر لا سکتے ہیں۔ چودہ کروڑ پاکستان کی آبادی ہے بجا طور پر ہم کہتے ہیں چودہ کروڑ کو اس راستے پہ آجانا چاہئے' لاسکتے ہیں۔ اور بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ آج بھی جس کا عقیدہ درست اور عمل حضورﷺ کے حکم کے مطابق ہے اس خوف بھری دنیا میں وہ امن سے جیتا ہے مزے کی بات یہ ہے کہ اُسے کسی کا خوف نہیں بجز اللہ کے۔ آج بھی اس تباہ حال دنیا میں بھی آپ کو اگر بے خطر بندہ نظر آئے گا تو وہی نظر آئے گا جس کا عقیدہ درست اور عمل درست ہے۔ اس لئے کہ اُسے اللہ کی طرف سے امن نصیب ہوتا ہے۔ کبھی پریشانی اُس کے دل میں نہیں آتی کہ کوئی مجھے کھا جائے گا۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا بجز اللہ کے ہمیشہ حق کے ساتھ رہتا ہے۔

میرے بھائی! پہلی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو کم از کم اس ایک فرد کو تو ایمان اور عمل کے دائرہ کار میں لائیں پھر جہاں تک بس چلے اپنے اہل خانہ کو اپنے خاندان کو اپنے احباب کو اپنے رشتہ داروں کو تو اللہ کرے کہ ایک جمعیت ایسی بن جائے جنہیں پھر سے اللہ کریم اختیار و اقتدار عطا فرما دے، روئے زمین کو اور دنیا کو امن نصیب ہو۔ آمین

8 مارچ 2004ء کے روزنامہ خبریں میں مشہور دانشور اشفاق احمد کا مضمون "بابا رتن ہندی کا سفر محبت" شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ بابا رتن ہندی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا............اسی سلسلہ میں مدیر المرشد نے امیر محمد اکرم اعوان سے وضاحت چاہی۔ دونوں خطوط قارئین کیلئے شائع کئے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

محترم حضرت جی مدظلہ العالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ! خریت مطلوب احوال آنکہ

محترم حضرت جی! 8 مارچ 2004ء کے روزنامہ خبریں اخبار میں مشہور دانشور اشفاق احمد کا مضمون "بابا رتن ہندی کا سفر محبت" شائع ہوا ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ایک ہندوستانی "بابا رتن ہندی" نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کیا تھا مضمون میں مزید لکھا ہے کہ اسے جب معلوم ہوا کہ عرب کی دھرتی پر ایک "اوتار" آیا ہے اس کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ میں اس سے ضرور ملوں گا۔ سو اس نے سفر کی تمام صعوبتیں برداشت کیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ بقول اشفاق احمد صاحب اسی کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب میں یہ جملہ لکھا ہے کہ "بابا رتن ہندی" حضور کی خدمت میں پہنچا پھر نہیں معلوم اس کا کیا ہوا؟

محترم حضرت جی! اس کے بارے میں حقیقی شواہد حاصل کرنے کیلئے یہ مضمون آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

والسلام

محمد اسلم

خط کا جواب

اشفاق صاحب کی کیا بات ہے۔

رتن ہندی عرب نہیں گیا، نہ مسلمان ہوا ہاں اس نے سنا ہو تو اور بات مگر وہ جٹا دھاری سادھو بن گیا تھا۔ اسی حال میں مرا، جو مزار بنا ہوا ہے بڑے بلند چھت کی عمارت ہے مگر قبر فرضی ہے وہاں کوئی بھی رتن نہیں۔

واللہ اعلمُ بالصواب

امیر محمد اکرم اعوان

24-04-2004

نیا نصاب پرانی دشمنی

آسیہ اسد اعوان
راولپنڈی

تعلیم کسی بھی قوم کے لئے رگوں میں دوڑنے والے خون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک قوم اپنے نظریات، اپنے اساسی اصول، قانون وضوابط، تہذیب وثقافت، علم وادب کا قیمتی ورثہ اپنی تاریخ، اپنے حال کی جانچ اور اپنے مستقبل کے عزائم، نیز اپنی مذہبی اقدار وتعلیمات، غرض اپنا سب اثاثہ آئندہ نسل کو منتقل کرنے کے لئے تعلیم وتعلم کی راہ اپناتی ہے۔

عالم کی اس قدر فضیلت اسی لئے بیان ہوئی ہے اور علم کو ہر مرد وعورت کے لئے فرض قرار دیا گیا ہے کہ علم کے بغیر انسان ادھورا ہے۔ نہ وہ اپنے بھلے کا نہ کسی اور کے۔

تعلیم وتعلم سے خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کے لئے ہر قوم نصاب تعلیم اپنے اجتماعی مقاصد کے حصول اور مستقبل کے عزائم کی تکمیل کے نقطہ نظر سے مرتب کرتی ہے۔ کہ نئی نسل اپنا قومی ورثہ سنبھال لے اور ملک وقوم کو بہتری اور ترقی سے سرفراز کرے تاکہ وہ اقوام عالم کے مابین اپنا وقار بحال رکھ سکے۔ نیز معصوم ذہنوں میں اپنے مذہب وملت سے وابستگی پیدا کرنا اسی قدر ضروری ہے جس قدر گلاب کیلئے پانی۔ آبیاری ہوگی تو گلاب اُگیں گے ورنہ وہ بھی ایک خاردار جھاڑی بن کر رہ جائے گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ علم سے انسان کے اخلاق وکردار کی اور سوچ اور شخصیت کی تعمیر وتکمیل بھی ممکن ہوتی ہے گویا تعلیم کی اہمیت انفرادی واجتماعی دونوں سطح پر یکساں طور پر مسلمہ ہے۔

اس سارے پس منظر کے تناظر میں جب ہم نصاب تعلیم سے متعلق حالیہ بحران کا

> **معصوم ذہنوں میں اپنے مذہب وملت سے وابستگی پیدا کرنا اسی قدر ضروری ہے جس قدر گلاب کیلئے پانی۔ آبیاری ہوگی تو گلاب اُگیں گے ورنہ وہ بھی ایک خاردار جھاڑی بن کر رہ جائے گا۔**

جائزہ لیتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا اس سے مزید پستی کا بھی کوئی مقام ہوگا۔ ایک ایسا ملک جس کو حاصل ہی کلمے کی بنیاد پہ کیا گیا۔ ورنہ پہلے ملک وجود میں آتے ہیں اور پھر اقوام اپنے نظریات مرتب کرتی ہیں۔ اور یہاں پہلے دوقومی نظریے نے جنم لیا اور پھر ملک وجود میں آیا۔ جب ایک ایسے ملک میں بہ یک جنبش قلم نظریات پہ لکیر کھینچ دی جائے تو یہ قدموں تلے سے زمین کھینچ لینے کے مترادف ہے۔

انگریز نے جب ہندوستان میں قدم جمانے چاہے تو اس کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ ہر کام بڑی دوررس منصوبہ بندی کے تحت بڑے منظم انداز میں کرتا ہے۔ ہماری طرح حادثاتی فیصلے اور جزوقتی کام نہیں کرتا۔ پس اسی اسلوب کے تحت اس نے مسلم ہندوستان کا جائزہ لیا تو اس وقت مسلمانوں میں شرح خواندگی اسی فیصد پائی۔ اور انہوں نے سوچا جو قوم اس قدر باشعور ہو اس کو غلام رکھنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ مسلمانوں کی زبان چونکہ فارسی تھی یہی سرکاری زبان تھی۔ انہوں نے اس کو ختم کر دیا اور اس کی جگہ انگریزی کو لے آئے اور پھر ہندی اور اردو سے کام چلایا۔ یوں مسلمانوں کا عالم فاضل طبقہ یکلخت ان پڑھ ہو گیا اور تبھی یہ مقولہ کسی نے کہا

”پڑھے فارسی بیچے تیل“

مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ ان کا سب علمی اثاثہ اپنی موت آپ مر گیا۔ سرکاری عہدے ہندوؤں کے پاس چلے گئے اور جو نظام تعلیم انگریز نے رائج کیا وہ کالونیل نظام کو چلانے کے لئے تھا جو صرف کلرک ذہن پیدا

کرتا تھا جو دفتروں میں فائل ورک کے لئے انہیں چاہئے تھے۔

اول تو یہی ظلم کیا کم تھا کہ اب تک ہمارے ملک میں وہی نظام تعلیم چلا آ رہا ہے جو معصوم ذہنوں کو جلا بخشنے کی بجائے مفلوج کرنے کا کام زیادہ کرتا ہے اس پہ مستزاد یہ کہ اس میں سے مذہب کو نہ صرف خارج کیا جا رہا ہے بلکہ تحقیر وتذلیل کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

بھارت کا نظام تعلیم ہم سے بدر جہا بہتر ہے کہ پرائمری تعلیم لازم اور مفت ہے اور وہ اتنی اچھی ہے کہ صرف لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں بناتی بلکہ مچھیرے تک انگریزی بول رہے ہوتے ہیں۔ گویا وہ جدید ٹیکنالوجی کو اپروچ کر سکتے ہیں۔

گذشتہ برس تو یہ خبر بھی گرم تھی کہ ہندوستان نے اپنی تاریخ کی کتب میں بہت سی تحریف کی ہے اور تاریخی حالات و واقعات کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ تحریک آزادی کے نامور مسلم ہیروز کی کردار کشی کی ہے اور ان کی جگہ سارا کریڈٹ اپنے رہنماؤں کو دینے کی کوشش کی ہے اور مسلم دور حکومت کو ظالمانہ وغاصبانہ قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

انہوں نے اس طرح کیا بات سمجھ میں آتی ہے ہماری اپنی وزارت تعلیم نے یہی کام شروع کر دیا ہے یہ کیسے سمجھ میں آئے؟

ہماری حکومت تو پہلے ہی بھارت سے ایک قدم آگے بڑھ کر قومی ہیرو کو عملاً زیرو ثابت کر چکی ہے ڈاکٹر قدیر خان کی مثال سامنے موجود ہے۔ وزارت تعلیم نے رہی کسر بھی پوری کر دی کہ مذہب کے نام پہ حاصل کردہ ملک میں خود مذہب کی جڑیں کاٹنا شروع کر دی ہیں۔ دوسری تیسری جماعت کی کتب میں حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول کے بالمقابل جوتے اور کتے کی تصویریں بنا دی ہیں۔ نویں دسویں کی انگریزی کتاب میں خطبہ جمعۃ الوداع کے نام پہ مذاق کیا گیا ہے کہ خطبے کی ایک بھی شق نہیں طلبا کو بتائی گئی سارا باب صرف حضورؐ کے انداز تخاطب کو بیان کرتا ہے۔ جبکہ

> **اس لئے یہ خدشہ کسی دل میں نہ آئے کہ دین کو کوئی خطرہ ہے جو اس کو مٹانے کی کوشش کرے گا وہ انشاء اللہ خود مٹے گا چاہے وہ چادر وعمامے کی آڑ میں اسلام دشمنی کر رہا ہو**

حضور ﷺ نے اسی خطبے کے آخر میں فرمایا کہ

بلغو اعنی ولو آیتہ

اور ہم نے یہ آپ ﷺ کے حکم کا حق ادا کیا۔ اسی طرح دینیات کی کتب سے جہاد کا نام اڑانے کے لئے پوری پوری سورۃ غائب کر دی گئی۔ امریکہ کی خوشنودی بہت عزیز ہے اور یہ بھول گئے کہ جہاد اسلام کا پانچواں رکن ہے اس کی نفی ایمان کی نفی ہے۔

یاد رہے! یہ دین مٹنے کے لئے نہیں بنا۔ یہ تا قیامت رہے گا۔ نہ کوئی اس میں آج تلک تحریف کر سکا اور نہ کوئی اس کو دبا یا مٹا سکا ہے۔ بڑی بڑی طاغوتی طاقتیں آئیں اور گئیں۔ بہت صادق وجعفر پیدا ہوئے اور رزق زمین ہوئے اور کیڑوں کی خوراک بنے لیکن اللہ کا دین' اس کا حبیبؐ اور اس کے ایماندار بندے ہمیشہ سرخرو رہے اس لئے کہ اللہ کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکرُ انا لہ' لحفظون o

اس لئے یہ خدشہ کسی دل میں نہ آئے کہ دین کو کوئی خطرہ ہے جو اس کو مٹانے کی کوشش کرے گا وہ انشاء اللہ خود مٹے گا چاہے وہ چادر وعمامے کی آڑ میں اسلام دشمنی کر رہا ہو۔ اس لئے کہ اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں نہ کوئی مخلوق اس کے اختیار سے باہر ہے مسئلہ ان معصوم ذہنوں کا' ان بے قصور نسلوں کا ہے۔ جنہیں اس دور ظلمات میں غیروں سے بڑھ کر اپنوں سے خطرہ ہے کہ ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے''

غیر ملکی ایجنٹوں اور NGO`s کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کبھی کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ ایک دن خود حکومت پاکستان اس طرح کا کام کرے گی۔ جس شاک پہ بیٹھے ہیں جس کا پھل کھا رہے ہیں اُسی کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہیں۔

حیرت تو اس امر پہ ہے کہ باقی تینوں صوبوں نے اس تحریف شدہ نصاب کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ صرف پنجاب ہے جس میں یہ

نصاب چھپا بھی' بکا بھی اور پڑھایا بھی جا رہا ہے۔ اس طرح کی خرافات شامل کر کے پہلی مرتبہ مفت بھی تقسیم کیا گیا۔ وہ ہماری غیرت وحمیت دینی کیا ہوئی' حکومت نے چھاپ دیا تھا تو ڈسٹری بیوٹرز نہ لیتے۔ وہ لائن آف ڈیفنس نہ ثابت ہوئے تو والدین بائیکاٹ کر دیتے اور نہ خریدتے' اساتذہ پڑھانے سے انکار کر دیتے۔ کسی نے کچھ نہ کیا حتیٰ کہ مولاناؤں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں بٹھایا تھا انہوں نے بھی ڈیسک بجانے اور شور مچانے کے سوا کچھ نہ کیا۔ جب یہ ہماری حالت ہے یہ ہمارا قومی شعور اور شعار ہے تو پھر ہم پہ ایسی ہی حکومتیں حکومت کریں گی اور ہماری نسلیں اسی طرح کے عذاب بھگتیں گی ہم نے آج اللہ ورسول ﷺ کے نام کی لاج نہ رکھی تو کل کو یہ نسل ہمارا نام کن الفاظ میں لے رہی ہوگی سننے کا حوصلہ ہے آپ میں؟

نویں جماعت کی انگریزی کی کتاب میں حضرت عائشہ کو First Ledy کہا گیا ہے۔ تو پھر باقی امہات المومنین کیا ہوئیں؟ نیز فسٹ لیڈی تو صہبا مشرف صاحبہ اور لارا بش بھی ہیں۔ نعوذ باللہ ان میں اور حضرت عائشہ میں کیا کوئی فرق نہیں ہے؟ جبکہ قرآن سختی سے یہ حکم دیتا ہے کہ حضورؐ کی بیویاں ساری امت کی مائیں ہیں۔ قرآن نے ان کے لئے امہات المومنین کا لقب پسند فرمایا اور یہ بتایا کہ حضورؐ کے وصال کے بعد بھی وہ کسی اور کے عقد میں نہیں جائیں گی۔ وہ ساری امت کی مائیں ہیں۔ تو نوخیز ذہنوں کو صحیح عقیدہ دینے کی بجائے اس طرح کا گستاخانہ ترجمہ بہت ضروری تھا کہ انگریزی نہ خراب ہو عقیدہ چاہے ہو جائے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مذموم نصاب کو فی الفور مارکیٹ سے ہٹا دیا جائے اور جب تک درست نصاب مرتب نہیں ہوتا پرانا نصاب جوں کا توں لگایا جائے اور عدالت ایسا کوئی بنچ بٹھائے جو اس جرم میں شامل افراد کو لائن حاضر کرے ان سے جواب طلب کرے اور اس مذموم حرکت پہ قرار واقعی سزا دے۔ اور سب سے پہلے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ یہ نصاب نہیں پڑھایا جا رہا۔

ہر کوئی تنہا تنہا سوچتا ہے اور صرف اپنا نفع ونقصان پہچانتا ہے۔ ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ میرا بچہ ایک سمسٹر پیچھے نہ رہ جائے۔ کتاب پہ لگا پیسہ نہ ضائع ہو جائے۔ خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ زہر ہے تو کیا اس لئے اپنے بچوں کے اندر انڈیل دو گے کہ ضائع نہ جائے۔ اس طرح کی خرافات پڑھ کر بچے کل کیا روپ دھاریں گے؟ ہماری کوتاہ بینی کل کیا گل کھلائے گی کچھ اس کی بھی فکر چاہیئے اپنے حق کے لئے آواز اٹھانا سیکھیں۔ اپنے اندر اجتماعیت کا شعور پیدا کریں۔ کسی ایک کے کہنے یا کرنے سے کچھ

جمالی صاحب نے وعدہ کر لیا یا دوسرے تیسرے سیاست دانوں نے بیان داغ دیئے کہ یہ نصاب رائج نہیں ہوگا تو لوگ مطمئن ہو گئے کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ذرا تحقیق کر لے کہ کیا عملاً بھی یہی ہو رہا ہے

جمالی صاحب نے وعدہ کر لیا یا دوسرے تیسرے سیاست دانوں نے بیان داغ دیئے کہ یہ نصاب رائج نہیں ہوگا تو لوگ مطمئن ہو گئے کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ذرا تحقیق کر لے کہ کیا عملاً بھی یہی ہو رہا ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ ہمارے بچے یہی مذموم نصاب پڑھ رہے ہیں اور اساتذہ پڑھا رہے ہیں۔ ہم میں اجتماعیت کا شعور ناپید ہے۔ فرق نہیں پڑتا لیکن جب ساری قوم بہ یک آواز مطالبہ کرے گی تو اس کی گھن گرج مقتدروں کے ایوان ہلا دے گی۔

یاد رہے! ظالم کا دل بہت چھوٹا اور کمزور ہوتا ہے اور اس کے لئے زمین بہت تنگ' اللہ کریم ہمیں ظالم اور مظلوم دونوں کی دادرسی کی توفیق دے۔ ہمیں اپنا حق پہچاننے اور حاصل کرنے کی اہلیت دے۔ آمین ثم آمین ☆☆

اجتماع کے آداب

اس گئے گزرے دور میں جس نے رزق حلال ناپید، محبت نام کی جنس ناپید ہے۔ جو دشمنیوں سے اٹا پڑا ہے جو تکلیفوں کا گھر ہے جو دکھوں کا جہان بن گیا ہے۔ جس میں ہزاروں برسوں کے سجرے چند سکوں پہ بک رہے ہیں۔خریدے جا رہے ہیں۔اس عالم افراتفری میں' اس تپتے ہوئے بے آب وگیاہ صحرا میں ذکر الٰہی کی ٹھنڈی چھاؤں مل جائے تو کیا چاہئے۔یاد الٰہی کا چشمہ باصفا ، مل جائے تو کیا چاہئے۔یہاں بیٹھ کر اُس کا شکر کرتے رہو۔ اُس کی یاد سے روئیں روئیں کو آباد کر لو۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 3-07-04

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم٥

فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ٥

اللہ جل شانہٗ کی ذات ارحم الراحمین ہماری سمجھ' ہمارے شعور' ہمارے علم کی حدود سے بالاتر، ہر وقت، ہر آن، ہر ایک کے ہر حال سے واقف، بے شمار خطاؤں کو بخشنے والی اور معمولی معمولی کوششوں پر انعامات سے نوازنے والی ہے مشہور مقولہ ہے

رحمت حق بہا نمی جوید بہانہ جوید

اللہ کی رحمت اپنی قیمت طلب نہیں کرتی، بہانے تلاش کرتی ہے لیکن انسانی مزاج ہے کہ انسان اپنے آپ کو' قوت یقین کو' اپنے کردار کو' اپنی فکر کو' اپنی سوچ کے معیار کو' بھول جاتا ہے اور فکر اُسے یہ ہوتی ہے کہ مجھے یہ نہیں ملا۔ مجھے وہ نہیں ملا۔ مجھے وہ بھی ملنا چاہئے۔ میرے پاس یہ دولت بھی ہونی چاہئے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ انسان ایسا خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو کام خود اُسے کرنا چاہئے اُسے بھول جاتا ہے اور جو کام اللہ کریم نے اپنے ذمے لیا ہے اُس کی فکر کرتا ہے جیسے فرمایا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا.

زمین پر کوئی ادنیٰ ترین مخلوق بھی اگر ہے تو اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ وہ رازق ہے۔جس نے پیدا کیا ہے رزق اُس کے ذمے ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کوشش، ہماری چالاکیاں، ہمارے فریب، شاید ہمارے لئے بہت سارزق جمع کر دیں گے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ آدمی کا اپنا رزق دو طرح کا ہے۔ایک وہ جو اُس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا دوسرا وہ جو اُس نے اپنے آپ پر خرچ کر لیا کھا لیا، پی لیا، پہن لیا۔ اِس کے علاوہ اُس کا کچھ بھی نہیں۔ اگر اُس کے پاس اربوں روپے بھی پڑے ہیں تو پتہ نہیں کس کے ہیں۔ کس کے لئے رکھ کے بیٹھا ہے۔ کس کے کام آئیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ہم محنت کیوں کریں؟ مزدوری کیوں کریں؟ کاروبار کیوں کریں؟ کاروبار، محنت ، مزدوری، حصول رزق کا سبب نہیں ہے کاروبار محنت اور مزدوری عبادت ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ رزق حلال طلب کرو، تلاش کرو۔ اب اُس کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا ایسے ہی عبادت ہے۔ جیسے نماز ادا کرنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، باقی جس طرح فرائض ہیں اُسی طرح طلب رزق حلال میں محنت کرنا فرض عین ہے۔ اور جائز وسائل اختیار کرنا عبادت ہے۔ اُس پہ رزق کتنا ملتا ہے وہ اس کی اپنی تقسیم ہے وہ چاہے تو کسی کو سلطنت بخش دے۔ وہ چاہے تو اگلے لمحے میں فقیر کر دے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ سلاطین جہاں قتل ہو جاتے ہیں کوئی اُن کی لاش دفن کرنے کی جگہ نہیں دیتا اور چرواہے بادشاہ بن جاتے ہیں۔ یہ کیا ان جاہلوں کی کوئی ایسی کوشش تھی کہ انہیں حکومت مل گئی۔ اُنہیں تو کوشش کا شعور بھی نہیں تھا۔

اِس طرح یہ جو کلیہ مادی رزق پہ عائد ہوتا ہے کہ طلب کرنا، محنت کرنا، کوشش کرنا فرض عین ہے اور عبادت کی معراج ہے۔ آپ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور متوجہ الی اللہ ہوتے ہیں بڑی اچھی بات ہے۔ جو روزہ رکھتا ہے وہ اندر کمرے میں ہے۔ کوئی پاس نہیں، پیاس لگی ہے۔ پانی ہے مگر نہیں پیتا، اُسے ایک اعتماد ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ میں نے اللہ کے لئے روزہ

رکھا ہوا ہے۔ بہت اچھی بات ہے لیکن یہ کام عبادت ہیں لیکن کام دنیا کا ہو، مزدوری کر رہا ہو، ہل چلا رہا ہو، کھیتی بو رہا ہو، نوکری کر رہا ہو، چوکیداری کر رہا ہو، اور دفتر میں بیٹھا ہو کام دنیا کا کر رہا ہو اور توجہ اللہ کی طرف ہو کہ اے اللہ میں تیری اطاعت کے لئے یہ سب کر رہا ہوں۔ رزق تو تُو نے دینا ہی ہے۔ میری کوشش کا کیا دخل وہ تو تُو نے دینا ہی ہے۔ تیرے ذمے ہے۔ تُو نے خود اپنے ذمے لیا۔ حضورِ قلب کی یہ کیفیت اُس نماز اور اُس حج سے بہتر ہے جس میں حضورِ قلب حاصل نہ ہو۔ نماز اور دوسری عبادات کی نسبت امورِ دنیا میں حضورِ حق کی کیفیت حاصل کرنا مشکل ترین کام ہے۔ ہمارا تو حال یہ ہے کہ ہمیں تو نماز میں حضورِ حق حاصل نہیں ہوتا دنیوی کاموں میں کب ہوگا؟

حضرت عبیداللہ احرارؒ جو ہمارے سلسلے کے بزرگوں اور مشائخ میں سے ہیں، اُن کے بارے مشہور شعر ہے کہ

چوں فقر اندر عبائے شاہی آمد
زتدبیر عبیداللہ آمد

کہ یہ عبیداللہ احرارؒ تھے کہ جنہوں نے فقیروں کو بھی بادشاہوں جیسا لباس پہننا سکھا دیا۔ امیر آدمی تھے، بہت بڑے زمیندار تھے اور ایک وقت میں سو ہل چلا کرتا تھا۔ سو ہل کے لئے سو خاندان ہل چلانے والے اور دو سو بیل چاہیں اور ایک بہت بڑی جاگیر چاہیئے۔ جس پہ وہ جانور گزارہ بھی کریں اور وہ اتنی بڑی زمین بھی چاہیئے جو کاشت کی جائے۔ کسی کو خیال گزرا کہ یہ تو اتنے مصروف آدمی ہیں کہ لگے ہی رہتے ہیں۔ اتنے خاندان ان کی زیرِ کفالت ہیں۔ اُن کی فکر، اپنی فکر، زمین کی، کاشت کاری کی، بیجائی کی، کاشت کی برداشت کی تو یہ کیسے اللہ کے لئے وقت نکال سکتے ہیں؟ تو جب نماز ادا کر کے بیٹھے تو اُس نے کہا حضرت اِس دفعہ حج کو چلیں۔ انہوں نے فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ چلو چلتے ہیں۔ ملازم کو آواز دی کہ میرے لئے دو چار جوڑے کپڑوں کے لے لو اور زادِ سفر لے لو اور گھر بتلا دینا کہ وہ حج کے لئے چلے گئے ہیں۔ انشاء اللہ میں آجاؤں گا اُس نے کہا! حضرت ایسے کیسے جا سکتے ہیں؟ کوئی تیاری نہیں ہے۔ کوئی انتظام نہیں ہے کسی سے مشورہ نہیں کیا۔ دو چار دن تو مہلت دیجئے۔ انہوں نے فرمایا بہت افسوس ہے تم میرے بارے سوچتے تھے کہ اس شخص کے پاس فرصت نہیں ہے فرصت تو تمہارے پاس نہیں ہے میں تو فارغ ہوں یہ جو کچھ تمہیں نظر آ رہا ہے یہ میرا نہیں یہ اُس کا ہے۔

اِنَّ الارض لِلّٰہِ. زمین اللہ کی ہے۔

زمین اللہ کی ہے۔ جسے چاہتا ہے اُس کا وارث کر دیتا ہے۔ اُس نے اگر میری ذمہ داری لگا دی ہے تو اُس کی نوکری کر رہا ہوں میں چلا جائوں گا وہ کسی اور کو دے دے گا۔ میرے باپ کی نہیں ہے۔

یُورِثُھَا مَنْ یَشَآءُ۔ جسے چاہتا ہے اُس کا وارث کر دیتا ہے۔ اُس نے اگر میری ذمہ داری لگا دی ہے تو اُس کی نوکری کر رہا ہوں۔ میں چلا جاؤں گا وہ کسی اور کو دے دے گا میرے باپ کی نہیں ہے۔ میرے ساتھ قبر میں نہیں جائے گی۔ میرا راستہ یہ نہیں روک سکتی۔

یہی کلیہ، یہی قاعدہ دین میں اور روحانیت میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اب یہ دور ایسا آ گیا ہے کہ جہاں نام کو تو دو ارب یا دو سو کروڑ کے لگ بھگ دنیا میں مسلمان ہیں لیکن اللہ پر اعتماد کرنے والے شاید اُن میں بہت ہی کم ہوں۔ زبانی ماننے والے تو دو ارب ہیں یا دو سو کروڑ ہیں۔ حقیقتاً اُس پر اعتماد کرنے والے بڑے تھوڑے ہیں۔ اور لوگ اللہ سے کٹ کر اکیلے ہو گئے ہیں یہ اکیلا پن کافر کی سزا ہے۔ ہر کافر اکیلا اکیلا جیتا ہے باپ کے دکھ الگ ہیں۔ ماں کے الگ ہیں۔ بیٹی کے الگ ہیں۔ بیٹے کے الگ ہیں۔ کوئی کسی کے دکھ نہیں بانٹتا یہ خاصہ کفر ہے۔ ہر کوئی اپنے آرام کے لئے، اپنی پریشانیاں دوسرے کے سر مڑھنا چاہتا ہے۔ یہ خاصہ کفر کا ہے اور کافر تو اِس میں سرتاپا دھنسے ہوئے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی کافر ملک کو دیکھ لیں ہر فرد اکیلا اکیلا جیتا ہے۔

امریکہ کی تاریخ میں ایک کتاب سب سے زیادہ بکی اُس کا ریکارڈ ہے۔ اُس کتاب کا نام تھا۔ **The Lonely Crowd** اکیلے اکیلے لوگوں کا جمِ غفیر۔ بے شمار لوگ ہیں لیکن ہر بندہ اکیلا ہے۔ ہر ایک کے اپنے مسائل

ہیں۔ اپنی پریشانیاں ہیں۔ کوئی اُس کا دُکھ بانٹنے والا نہیں۔ کافر اور مومن میں یہ فرق ہے کہ مومن کے ساتھ ہر وقت اُس کا اللہ موجود ہوتا ہے وہ کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ. تم جہاں ہو، جس حال میں ہو، تمہارے ساتھ اللہ موجود ہے۔ اب جس کے ساتھ اللہ ہے اُس کے ساتھ ساری خدائی ہے۔

سلطان محمودؒ سے کسی نے کہا کہ یہ ایاز ایک چرواہا تھا۔ سلطان کی نظر اِس پر پڑی۔ آپ کو پسند آگیا اور آپ نے لاکر یہاں بٹھا دیا۔ اسے آپ کے قریب کُرسی ملی۔ حالانکہ ہمارے آباؤ اجداد آپ کے باپ دادا کے جرنیل تھے۔ ہمارے باپوں نے آپ کے باپ کی خدمت کی اور ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے آپ کی جوتیوں میں بیٹھے ہیں اور بے شمار جنگیں لڑیں۔ جانیں دیں۔ بیٹے قربان کئے اور یہ چرواہا حضور پکڑ کر لے آئے ہیں اور اِسی کی کُرسی ہم سے آگے اس کی کوئی وجہ تو ہوگی۔ سلطان نے کہا! ہاں وجہ تو ہے لیکن میں تمہیں جواب بعد میں دوں گا۔ غالباً ہند سے یا کسی فتح سے پلٹے تو سلطان نے فتح کے جشن کی تیاری کا حکم دیا اور عمائدین سلطنت کے لئے اور جرنیلوں کے لئے ہمیشہ سے الگ دعوت ہوتی تھی۔ جس میں سلطان خود بھی شامل ہوتے تھے تو انہوں نے بہت سے انعامات رکھوا دیے۔ کہیں سُونا کہیں پیسہ، کہیں چاندی، کہیں اسلحہ، کہیں گھوڑے، کہیں اونٹ، کہیں گھر، کہیں جاگیر، ہر چیز کے ایک بورڈ لگ گئے پورا ہال بھر گیا کہ کوئی ایک چیز جس کو چاہیے وہ اپنا انعام چُن لے۔ اتنی چیزیں ہیں۔ جاگیر مل سکتی ہے، بہترین زرہ، تلواریں، اچھا اسلحہ، شاہی اسلحہ مل سکتا ہے۔ گھوڑے مل سکتے ہیں، شاہی اصطبل سے مال و دولت مل سکتا ہے، زرو جواہر مل سکتے ہیں اور یہ انعام ہے تمہارا اور تمہاری پسند یہ ہے جسے جو چیز پسند ہو وہ اُس پر ہاتھ رکھ دے۔ تو سب نے اپنی اپنی پسند کے اُن تختوں پہ ہاتھ رکھ دیے۔ کہیں دس ہاتھ ہیں، کہیں پندرہ

> **تم جہاں ہو، جس حال میں ہو، تمہارے ساتھ اللہ موجود ہے۔ اب جس کے ساتھ اللہ ہے اس کے ساتھ ساری خُدائی ہے۔**

ہیں، کہیں ایک ہے، کہیں پانچ جو جو چیز جس کو پسند تھی۔ ہر ایک نے اپنے پسند کے انعامات پر ہاتھ رکھا۔ پورے دربار میں ایک ایاز تھا جو اٹھا اور اُس نے اپنا ہاتھ سلطان کے کندھے پہ رکھ دیا۔ سلطان نے اُس وقت انہیں کہا کہ تم میں اور اِس میں یہ فرق ہے کہ تم نے انعامات چنے اور اس نے میری ذات کو چُنا اور یہ تم سے دانا تر ہے۔ اِس نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو گویا ساری سلطنت اِس کی اور تم نے سلطنت کے ایک حقیر سے حصے کو قبول کیا۔ چھوٹی سی ریاست، چند گھوڑے، چند سکے، تم میں اور اِس میں یہ فرق ہے اِس لئے اِس کی کُرسی میرے قریب تر ہوتی ہے۔

یہی حال بارگاہ الٰہی میں بھی ہے۔ جب ہم اللہ اللہ کی طرف آتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ بجائے خود یہ توفیق ذکر کتنا بڑا انعام ہے کہ اِس دور میں، اِس عہد میں، جب دو سو کروڑ تعداد مسلمانوں کی ہے اور اُن میں اللہ کو ماننے والے بہت کم ملتے ہیں۔ اللہ کو یاد کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہوگئی تو بجائے خود یہ کتنا بڑا انعام ہے۔ توفیق ذکر نصیب ہوگئی ایسی محفل نصیب ہوگئی جس میں خلوص نیت سے سوائے اللہ کی رضا کے کسی کو کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ پھر قلب ذاکر ہوگیا۔ لطائف ذاکر ہوگئے۔ بدن ذاکر ہوگیا۔ سلطان الاذکار نصیب ہوگیا۔ باقی کی ساری عمر اس کا شکر ادا کرتا رہوں تو ادا نہیں ہوگا۔ انسانی مزاج ہے ہم یہ چیزیں بھول جاتے ہیں اور انسانی مزاج جسے ہیومن نیچر کہتے ہیں یہ ہر بندے میں ہوتی ہے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں بھی ہوتی ہے انہیں بھی گرمی سردی حوادثات زمانہ متاثر کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اب دیکھو کیسی عجیب بات ہے۔ اللہ کا نبی ہی نہیں بلکہ اولوالعزم رسول ہے۔ انبیاء سے رُسل افضل۔ انبیاء افضل ہیں رُسل افضل ترین اور اولوالعزم افضل ترین ہیں۔ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بے شمار اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں اپنی بھگلی اٹھائی اور جا کر طور پر بیٹھ گئے۔

وكلمه ربه تكليما. اور اللہ سے

روبرو گفتگو فرماتے تھے۔ایک انسانی خواہش، ایک درد، ایک ٹھیس، دل میں اٹھی بار الہا! مجھ سے بات کر لیتا ہے۔میری بات سن لیتا ہے۔ اس کا جواب عطا کر دیتے ہیں درمیان میں کوئی وحی کوئی واسطہ کوئی فرشتہ نہیں ہے۔تو دل میں تڑپ ہے کہ تجھے دیکھ بھی لوں۔

رب اَرنی انظُرُ اِلیک. خدایا جلالیت کا پردہ ہٹا دے اور اپنا جمال مجھے دکھا دے۔اَب تو دیکھنے کو جی کرتا ہے فرمایا لــن ترانی ۔موسیٰ علیہ السلام اِس دنیا میں طور پر بیٹھ کر تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔دیکھنے کا مقام آگے ہے۔ان مادی آنکھوں سے، اِس زمین پر بیٹھ کر تم مجھے دیکھ نہیں سکتے ۔لَنْ ترانِی. فرمایا تم دیکھ نہیں سکو گے۔وَلکِن انظُر الیٰ الجَبَل ۔لیکن موسیٰ علیہ السلام اُس پہاڑ پہ نگاہ کرو۔فَـــاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَـانَـہ' فَسَوفَ تَرٰینِی. اگر پہاڑ سلامت رہا' اگر پہاڑ نے برداشت کر لیا تو تمہارا وجود بھی زمین پر بیٹھ کر میرے جمال کو برداشت کر لے گا۔ فَلَمَّا تجلّیٰ رَبّہ' للجَبل جَعَلَہ' دکـــا ۔ذرہ سی تجلی پہاڑ پر جمال ہویدا ہوئی اور پہاڑ کے پرخچے اُڑ گئے ۔وَّ خَـــرَّ مــوســی صَـعِـقـاً. موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوش اُڑ گئے گر گئے۔تجلی پہاڑ پر پڑی۔ فَـلَـمَّـا اَفَـــاقَ. جب حواس بحال ہوئے تو معذرت کی بار الہا! انسان کا مزاج ہے مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف فرما دیجئے ۔تو ارشاد ہوا۔

فَـخُـذْ مَـــآ اٰتیتُکَ وَکُـن مِّـنَ الشّٰکِرِینَ o جو میں دیتا جاؤں وہ لیتا جا اور اُس کا شکر ادا کرتا چلا جا۔

تو ہمیشہ کے لئے روحانیت کی دنیا میں اُصول بن گیا۔کہ جب آ ؤ تو طلب صادق لے کر آ ؤ۔جب آ ؤ تو دل کو خالی کر کے لا۔دنیا میں کون ایسا ہے جس کی فکریں نہیں ہیں؟ دنیا میں کون ایسا ہے جس کے مسائل نہیں؟ دنیا میں کون ایسا ہے جس کی ضرورتیں نہیں لیکن کیا یہاں بیٹھ

یہاں پر خلوص نیت سے سوائے اللہ کی رضا کے کسی کو کسی سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ پھر قلب ذاکر ہو گیا ، لطائف ذاکر ہو گئے۔ بدن ذاکر ہو گیــــا۔

کر آپ وہ ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔نہیں کر سکتے تو پھر ایک دن، دو دن یا دس دن جو لیکر دار العرفان آتے ہیں تو پھر سب کچھ بھلا کر آ ؤ کہ اُسے یاد بھی کرتے رہو گے تو وہاں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔یہاں آپ کا نقصان ہو گا۔خالی الذہن ہو جاؤ سمجھو میں قبر میں اُتر گیا۔نہ میری کسی سے دوستی رہی نہ دشمنی نہ کوئی بیوی رہی نہ بچے نہ میرا کوئی گھر ہے نہ بار۔دار العرفان کے گیٹ سے داخل ہو تو فارغ ہو کر اور باہر جاؤ تو آپ کی دنیا آپ کے سامنے ہے۔

مشائخ اویسیہ کو اللہ نے یہ قوت دی ہے کہ انہوں نے کاروبار حیات سے روکا نہیں ۔ورنہ تصوف میں اہل اللہ دنیا سے الگ کر دیتے تھے۔ گھر بار چھڑوا دیتے تھے۔کھانا پینا ترک کروا دیتے تھے۔سونے نہیں دیا جاتا تھا برسوں مجاہدے کرواتے تھے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت عالی میں جب ہم حاضر ہوتے تھے تو گاؤں کے ساتھ باہر ملحقہ ایک بزرگ کا مزار ہے تو جس ساتھی کو برزخ میں کلام کروانا اور سکھانا مقصود ہوتا تو حضرتؒ اُس مزار پہ لے جاتے۔ایک دن میں نے عرض کی حضرت یہ صاحب مزار ہیں کون۔فرمایا یہ شخص تلہ گنگ کے قریب کا رہنے والا ہے اور تصوف اور سلوک کی تلاش میں پیدل اُس زمانے میں دہلی گیا۔ مجھے یاد نہیں حضرتؒ نے دہلی کے کس شہر کا ذکر فرمایا تھا، یہ میرے حافظے میں نہیں ہے یہ مجھے یاد ہے کہ فرمایا پچیس برس اُس کے ساتھ رہا۔گھر بار، بیوی بچے، چھوڑ کر پچیس برس اُن کی خدمت میں رہا تو انہوں نے اسے فنا فی الرسول ﷺ تک منازل کرائے۔پچیس برس بعد جب اِس نے اجازت چاہی تو انہوں نے فرمایا ضرور جاؤ لیکن واپس اپنے علاقے میں اور اپنے گھر نہ جانا اُدھر مصروف ہو جاؤ گے اور یہ دولت کھو بیٹھو گے تو یہ واپس آ کر اپنے علاقے میں نہیں گیا۔یہاں ٹھہرا ۔یہاں رہا۔یہیں فوت ہوا اور دفن ہو گیا یہ تو دور کی بات ہے۔

ہمارے سامنے مولانا احمد علی لاہوریؒ گزرے ہیں اور اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے۔یہ اقطاب تصوف میں ایسے مناصب ہیں

جس طرح چاند سورج ستارے ہیں۔ کسی چاند کو، سورج کو، ستارے کو، یہ ضروری نہیں کہ علم ہو کہ اُس کی روشنی سے کیا کیا ہو رہا ہے۔ اِس طرح قطب ارشاد کو ضروری نہیں کہ سب علم ہو لیکن یہ ضرور ہے کہ رُشد و ہدایت کے چراغ جہاں بھی جلتے ہیں وہاں اُس کی برکات اُس میں شامل ہوتی ہیں یعنی قطب ارشاد اپنے زمانے میں روئے زمین پر ایک بندہ ہوتا ہے کہ رُشد و ہدایت کا چراغ جہاں بھی جلتا ہے تو اُس میں اُس کی برکات کا تیل شامل ہوتا ہے۔ اِس منصب جلیلہ کے حضرت نے فرمایا کہ کوئی چاہے کہ اُسے فنافی الرسول ﷺ نصیب ہو جائے تو چار سال کے اخراجات اپنے اہل خانہ کو دے آئے۔ اپنا چار سال کا خرچہ ساتھ لے آئے اور میرے پاس یکسو ہو کر چار سال رہے انشاء اللہ فنافی الرسول ﷺ کروا دوں گا۔ یہ کل کی بات ہے اور اُن کے رسالے میں خدام الدین میں شائع ہوئی تھی یہ محض سُنی سُنائی بات نہیں اُن کا شمارہ میگزین جو ماہوار آتا تھا غالباً خُدام الدین اس کا نام تھا اسی خُدام الدین میں شائع ہوا تھا یہ دعوت شائع ہوئی تھی۔

اور ایک طرف مشائخ اویسیہ ہیں کہ گھر رہو، بھائی حلال کھاؤ، بیشک جتنا کھاؤ لیکن حلال کھاؤ حرام نہ کھاؤ اپنے بیوی بچے پالو۔ مزدوری کرو۔ محنت کرو۔ مجاہدہ کرو۔ تبلیغ کرو، دین سیکھو، دین سکھاؤ، نماز باجماعت ادا کرو، معمولات میں ہمارے ساتھ صبح شام اللہ اللہ کرو تمہیں فنافی الرسول ﷺ بھی نصیب ہو جائے گا اور فنا بقا تو اِس راستے کی ابجد ہے۔

اول ما آخر ھو منتھی ہر سلسلہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں سے ہمارے سلسلے کے لوگ شروع کرتے ہیں اور آخر ما جیب تمنا تھی۔ اور انتہا یہ ہے کہ مانگنے کو کچھ نہیں رہتا اتنا مل جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم سلسلہ اور یہ وہ عظیم لوگ ہیں اللہ کے بندے کہ اِن کی نظیر دنیا میں نہ تھی، نہ

> **مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لاھوری اپنے زمانے کے قلب ارشاد تھے۔ یہ اقطاب تصوف میں ایسے مناصب ھیں۔ جس طرح چاند سورج ستارے ھیں۔**

ہے اور نہ ہوگی۔ بارگاہ نبوتؐ کے یہ وہ خادم ہیں جن کی مثال نسبت اویسیہ کے باہر ملنا ممکن نہیں اور اِس میں ہم میں سے ہر ایک کو یہ تو ہوتا ہے مجھے فلاں منزل مل جائے۔ مجھے فلاں مراقبہ نصیب ہو جائے۔ فلاں تک میرے مراقبات ہو جائیں۔ یہ میرے اور آپ کے فکر کرنے کی بات نہیں ہے۔ ہمارے فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ میں جو سارا کام چھوڑ کر یہاں آ بیٹھا ہوں کیا میرا دل صرف اللہ اللہ کر رہا ہے یا میں یہاں ہوں دل وہاں ہے۔ اگر تو ہم وجود کو کھینچ گھسیٹ کر لے آئے ہیں اور دل وہاں ہے تو کیا حاصل ہوگا؟

اب وہ اللہ جل شانہٗ چاہتا ہے کہ تم میرے ہو جاؤ۔ اُسے ہماری ضرورت تو کوئی نہیں، ہم میں سے اکثر وہ ہیں جن کو جن کی ضرورت اُن کے گھر والوں کو بھی نہیں ہے۔ ہم میں سے تو اکثر وہ ہیں جو اپنی اولاد پر بھی بوجھ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اِن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے وہ کہتا ہے مجھے تمہاری ضرورت ہے میرے ہو جاؤ اور ہم ہیں کہ وجود کو گھسیٹ کے لے آئے ہیں کہ ہم تیرے ہیں لیکن دل پاس نہیں ہوتا دل وہاں چھوڑ آتے ہیں تو پھر محنت تو اس بات پہ کی جانی چاہئے کہ دل کو یہاں لے آؤ اُسے فارغ کریں اُسے خالی کریں۔ اُس سے جھاڑ جھنکار صاف کریں۔ جہاں آپ اللہ کو بلانا چاہتے ہیں کیا اُس کمرے کو اُس جگہ کو صاف نہیں کرو گے۔ اُس میں خواہشات کے جالے لٹک رہے ہوں گے۔ آرزوؤں کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہوں گی، اُس میں حسد اور نفرت کی آندھیاں چل رہی ہوں گی اور جھاڑ جھنکار اُگے ہوئے ہوں گے اُس میں دشمنی کے سانپ رینگ رہے ہوں گے۔ اور آپ کہیں گے یہاں اللہ بھی جلوہ افروز ہو جائے بھئی آپ تو آپ ہیں۔ میں تو میں ہوں۔ اللہ تو ایسا نہیں ہے۔ وہ تو جانتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ جب میرا گھر بنا لیا ہے تو اسے حاضر ہونے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھو۔ چند پتھروں کی دیوار ہر طرح کی آلائشوں سے پاک ہو۔ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی ہر طرح کی آلائشوں سے میرے حبیب علیہ السلام اسے پاک رکھ کہ میرے طالب یہاں آئیں۔ یہاں طواف کریں، رکوع

وسجود کریں، تو میری تجلیات پائیں۔ اب اگر ہم خالقِ کائنات کو اپنے دل میں بلانا چاہتے ہیں اور دل ہے کہ اُسے دل کہنا ہی نہیں چاہیے اُس میں تو جھاڑ جھنکار ہیں، خواہشات کی آندھیاں چل رہی ہیں، فکریں کہیں سے کہیں جا رہی ہیں، یہی بات قرآن کریم نے ارشاد فرمائی فرمایا۔

موتو اقبل انت موتوا۔ موت سے پہلے بھی کبھی مر کر دیکھو۔ موتو اقبل انت موتوا۔ کبھی موت سے پہلے بھی مر کر دیکھو۔ کبھی یہ سوچ لو جب میں گیٹ سے داخل ہوا تو میں مر گیا میں کسی مسجد میں نہیں آیا میں قبر میں اُتر گیا ہوں۔

اب قبر میں میں روشنی کے لئے اللہ کا نام چاہیے قبر کی تنہائی کے لئے اُس کا ساتھ چاہیے۔ قبر کے عذابوں سے بچنے کے لئے اُس کی رحمت چاہیے تو پھر سب کچھ چھوڑ کر اُس کے ہو جاؤ۔

اب اُس کا کام ہے وہ کیا دیتا ہے؟ جو دیتا ہے لیتے جاؤ جو وہ دے گا شاید اتنا مانگنے کا آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ جب بات اُس پہ آئے گی جو وہ عطا کرے گا میں اور آپ شاید مانگنے کے لئے اتنا سوچ بھی نہیں سکتے۔

تو جب وہ اولوالعزم رسول موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو فرما رہا ہے۔ فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام جو میں دیتا ہوں وہ لیتا جا اور شکر ادا کرتا رہ۔ مجھے مشورے نہ دے۔ مجھے یہ دے دے مجھے وہ اِس کی ضرورت نہیں، میں خود جانتا ہوں۔ میں اور آپ کون ہوتے ہیں؟ ہماری حیثیت کیا ہے؟ اِس گئے گزرے دور میں کہ جس میں رزق حلال ناپید، جس میں محبت نام کی جنس ناپید ہے جو دشمنیوں سے اَٹا پڑا ہے، جو تکلیفوں کا گھر بن گیا ہے، جو دکھوں کا جہاں بن گیا ہے۔ جہاں ہر سجدہ سکے پہ ہو رہا ہے اور دولت کی پُوجا ہو رہی ہے۔ جس جگ کا معبود دنیا کی فانی دولت بنی ہوئی ہے۔ ہزاروں برسوں کے سجدے چند سکوں پہ بک رہے ہیں۔ خریدے جا

یہ وہ عظیم سلسلہ اور یہ وہ عظیم لوگ ہیں اِن کی نظیر دنیا میں نہ تھی نہ ہے اور نہ ہوگی

رہے ہیں۔ اس عالم افراتفری میں اس تپتے ہوئے بے آب وگیاہ صحرا میں ذکر الٰہی کی ٹھنڈی چھاؤں مل جائے تو کیا چاہیے؟ یادِ الٰہی کا چشمہ، باصفا میٹھا شفاف اور ٹھنڈا پانی مل جائے تو کیا چاہیے؟ معیت باری کا نخلستان مل جائے تو کیا چاہیے، پھر یہاں بیٹھ کر اُس کا شکر کرتے رہو۔ اُس کا ذکر کرتے رہو اُس کی یاد سے روئیں روئیں کو آباد کر لو۔ چند دن یہاں ہوں گے اور سارا سال باہر لوگوں کے درمیان ہوں گے اب جو لوگوں کے درمیان جن جن مصیبتوں سے پالا پڑنے والا ہے اُن کے لئے دفاع کی قوت، تحفظ کی قوت، یہاں سے ہمیں لیکر اٹھنا ہے۔ اگر یہاں بھی دل غیر حاضر رہا سوچیں خوابیدہ رہیں۔ یہ خیال رہا کہ کھانا کیسا ملا؟ آرام کتنا کیا؟ بستر کیسا تھا؟ تو پھر آنے کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایک اور مصیبت بن جائے اور گردن سے پکڑا ہوا اور یہ پوچھا جا رہا ہو کہ کیوں میری یاد کے بہانے کرتا تھا اور خود عیش تلاش کرنے کے لئے جاتا تھا۔ سفارشیں ڈھونڈنے جاتا تھا اور وہاں دوستیاں بنانے جاتا تھا کہ بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔ میں اُن سے آشنائی کر لوں اور احسان مجھ پہ کرتا تھا میرے لئے کب آیا تھا؟ تو تُو وہاں آیا تھا یہاں بریگیڈیئر آتے ہیں، جرنیل آتے ہیں، مجسٹریٹ آتے ہیں، ڈپٹی کمشنر آتے ہیں، کسی سے دوستی کر لوں گا کام آئے گا پھر اب اُس کے پاس جاؤ۔

اور یہ بات بھول جاؤ کہ قرب الٰہی ایک بڑا ہموار سا راستہ ہے بندہ دوڑتا جاتا ہے۔ نہیں۔ بندہ خود اپنا دشمن ہے اُس کے اندر نفس موجود ہے۔ یہ اپنے ساتھ سب سے بڑا دشمن اپنا یہ خود ہے۔ پھر اِس کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے یہ تو بڑے والی کبڈی ہے مجھے نہیں پتہ آپ کے ہاں کیا ہوتی تھی لیکن ہمارے ہاں ایک ہوتی تھی کہ اُس میں ایک آدمی آگے بھاگتا تھا اور دو اُسے پکڑنے کے لئے بڑے طاقتور پیچھے ہوتے تھے تو یہ تو وہ والی کبڈی ہے کہ ایک آگے ہو پیچھے دو ہوں۔

اب یہاں حاضری کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نماز کے لئے کہتے ہیں اللہ اکبر اب

ہاتھ باندھ لیا تو اگر دنیا سے کٹ نہیں گیا تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر سوچیں کہیں گھومتی رہیں، لفظ کہیں پڑھتا رہا تو ظاہراً شریعت میں تو ہو جائے گی لیکن نماز حقیقتاً تو ادا نہیں ہوگی کہ وہ پتہ نہیں کہاں گھوم رہا تھا؟ اور کہاں سوچ رہا تھا؟

ہندوستان سے ایک بزرگ حج کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ وہ زمانہ تھا کہ حج کے آنے جانے میں سال لگ جاتا تھا۔ بمبئی سے جہاز چھوٹتا تھا اور ایک مہینے میں جدے پہنچتا تھا یہاں سے بھی لوگ بذریعہ ریل بمبئی پہنچتے تھے۔ پھر ایک مہینہ میں جدے پہنچتے تھے۔ پھر آگے پیدل یا اونٹوں پہ سفر ہوتا تھا مکہ مکرمہ کا، صفہ مروہ کا' عرفات کا' پھر واپس مدینہ منورہ کا تو پھر واپس بحری جہاز کا اور ریل کا ایک سال آنے جانے میں لگتا تھا تو مکہ مکرمہ پہنچ کر اُس نے اپنے بزرگوں کو خط لکھا کہ میرا فلاں کام بھی تھا، فلاں تھا، فلاں تھا تو اُس کا آپ ضرور خیال رکھیے گا۔ انہوں نے اُسے جواب میں لکھا کہ تم وجود تو مکہ مکرمہ لے گئے دل ہندوستان چھوڑ گئے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ تمہارا وجود یہیں رہتا اور دل مکہ مکرمہ میں ہوتا۔ اس سے تو بہتر یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وجود یہیں ہوتا دل مکہ مکرمہ میں ہوتا آج تمہیں فکر لگی ہے اگر کل تمہارا دم نکل گیا تو یہ کام کون کرے گا؟ اُچلے ہی گئے ہو تو چلے جاؤ سب کچھ بھول جاؤ لیکن سب کچھ بھول جاؤ۔ ایک بات یاد رکھو کس کی بارگاہ میں ہو سامنے کون ہے؟ چند لمحے اگر خلوت کے ملے ہیں۔

ہم دنیا میں بھی تو دوستیاں کرتے ہیں کسی دوست سے کبھی ملاقات ہو جائے' باتیں کرنے بیٹھیں تو کوئی بچہ بھی بولے تو ہمیں کتنا ناگوار گزرتا ہے۔ کوئی باہر سے دروازہ کھٹکھٹائے، فون آ جائے تو ہم کہتے ہیں یار یہ بات نہیں کرنے دیتے اتنے دنوں بعد تو ملاقات ہوئی تھی، پتہ نہیں کہاں سے یہ گھنٹی بجا دیتے ہیں اور کوئی دنیاداری دوست احباب گھر بار چھوڑ کر اللہ کے حضور جا بیٹھے پھر اُس میں دنیا کی مداخلت ہو تو مزا آتا ہے۔

اب قبر میں روشنی کے لئے اللہ کا نام چاہیے قبر کی تنہائی کے لئے اُس کا ساتھ چاہیے۔ قبر کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی رحمت چاہیے

یہاں تو کرنے کا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرف سے کاٹ کر درِ حبیب کے لئے تنہا بیٹھو۔ کوئی نہیں ہے میرا تیرے سوا۔ پھر لذت دیکھو مشائخ اویسیہ کے برکات کی یہ بڑے عجیب لوگ ہیں۔

لذتِ ایں مے بخُدا نہ شناسی تا می چشی۔

جب تک تو پیئے گا نہیں اس مے کی لذت سے واقف نہیں ہو سکتا۔ یہ مشائخ اویسیہ کی راہ کے کوئی ایسے گنے چُنے لوگ ہیں بارگاہ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے منتخب خادم ہیں۔ ایسے خاص غلام ہیں کہ ان کی عظمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ بانٹتے نہیں، لٹاتے ہیں لٹاتے ہیں، یہ تفسیر ہے اُس حدیث کی شرح ہے اُس حدیث کی۔ **اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُوتِی او کماقال رسول اللہ ﷺ** کہ دینے والا رب ہے۔ میرا کام تو بانٹنا ہے۔ دیتے جانا ہے بانٹتے جانا ہے اسی کی تعبیر اور اس کی تفسیر ہے مشائخ اویسیہ۔ یہ گدھوں کو فرشتے بنا دیتے ہیں۔ دنیادار کمینوں کو اللہ کا عاشق بنا دیتے ہیں۔ رزیل اور گئے گزرے انسانوں کو اللہ کی یاد پہ لگا دیتے ہیں۔ کیسے عجیب لوگ ہیں؟

یہ پتھر دلوں کو درد آشنا کر دیتے ہیں۔ یہ مشت غُبار کو اللہ کا طالب بنا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اپنا ہی دامن اُلٹا ہو سارا سال بارش برستی رہے کوئی اُلٹا برتن پکڑ کر کھڑا رہے تو اُسے کیا نصیب ہوگا۔

تو میرے بھائی! جب یہاں آتے ہو ساری خواہشات، ساری آرزوئیں، اپنی ساری عظمتیں، اپنی ساری برائیاں، اپنے سارے وسوسے، اپنی ساری مصیبتیں، اِس گیٹ سے باہر رکھ آیا کرو۔ کوئی کسی کے دُکھ نہیں اٹھاتا واپس جاؤ گے تو وہیں پڑے ہوں گے پھر سے اپنی گٹھڑی اٹھا لینا۔ یہاں مت لاؤ۔ آپ کے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنا دل کا برتن صاف کرو۔ وہ میرے اور آپ کے مانگنے سے اُس میں زیادہ ڈال دے گا۔ مانگو گے تو وہی بات ہوگی۔

تُو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیِ داماں بھی ہے

یہ وہ بارگاہ ہے جہاں سے صرف انعام ہی نہیں ملتا۔ داماں بھی تقسیم ہوتے ہیں۔ تم چھوٹا لائے ہو وہ اُسے بڑھادے گا۔ اور الحمدللہ ثم الحمدللہ کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں اُس مرد درویش کو جس نے ہم جیسوں کو یہاں بٹھادیا۔ اور کیسے کیسے لوگوں کو کہاں کہاں سے اٹھا کر اللہ کا طالب بنا دیا۔ وفا کرو کم ازکم اپنے ساتھ اگر اللہ سے کوئی نہیں کرسکتا، رسول اللہ ﷺ سے نہیں کرسکتا، اپنے شیخ سے نہیں کرسکتا تو کم ازکم اپنے ساتھ تو وفا کرو۔ اپنی ذات کو محض اُس کی طلب کے لئے مختص کرلو۔ جو چند لمحے یہاں نصیب ہیں سب بھول جاؤ کیا ہو رہا ہے؟ کون کیا کررہا ہے؟ یہ سب ازل سے ہوتا آیا ہے اور جب تک دنیا قائم ہوتا چلا جائے گا۔ اچھا بھی ہوگا بُرا بھی ہوگا۔ بھلے لوگ بھی ہوں گے۔ خراب بھی ہوں گے۔ بارشیں بھی ہوں گی قحط سالیاں بھی ہوں گی، افلاس اور غریبی بھی ہوگی، دولت بھی ہوگی۔ جوانی وصحت بھی ہوگی۔ بڑھاپا اور بیماری یہ ایک نظام ہے۔ یہ چلتا رہے گا۔ میرے اور آپ کے چند لمحے بھول جانے سے اُس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ یہ بنیادیں، یہ دیواریں، یہ چھت، اِس کی ایک ایک اینٹ، اِس کی ریت کا ایک ایک ذرہ، ذکر الٰہی سے منور ہے اور اس میں صرف ذکر الٰہی ہی مزا دیتا ہے۔ یہاں بیٹھ کر دنیا کی فکریں مزا نہیں دیتیں۔ یہ ایک خلوت کدہ ہے اُس کی بارگاہ ہے۔ روئے زمین کے کتنے عشاق کے سجدوں سے یہ فرش مزین ہے۔ دنیا میں بسنے والے اللہ کے طالبوں کے کتنے اذکار اِس کی فضا میں گونجتے ہیں اور کتنی توجہ نصیب ہوتی ہے مشائخ اویسیہ کی توجہ جسے نصیب ہوگی۔ وہی سمجھ سکتا ہے۔

بس اتنی سی گزارش ہے کہ اِس کے لئے اپنے آپ کو، اپنے دل کو، اپنے دماغ کو، فارغ کرلو۔ جو لمحے تمہیں یہاں نصیب ہیں جھولیاں بھرلو وہ خود دینے والا ہے۔

فَخُذْ مَآ اٰتَیْتُکَ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ٥ لیتے جاؤ جھولیاں بھرتے جاؤ اور شکر ادا کرتے جاؤ۔

مراقبات ثلاثہ

فرمایا۔ کسی کو ایک ذکر میرے ساتھ نصیب ہو جائے تو اسے مراقبات ثلاثہ تک توجہ مل جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کب تک ان کو قائم رکھتا ہے۔ فرمایا۔ کوئی بھی ایک دفعہ پکارے تو اس کی پکار بھی ضائع نہیں جاتی۔ شرط یہ ہے کہ اسے پکارنے میں بنیادی طور پر وہ خلوص، وہ عقیدہ یا وہ درد موجود ہو جو اللہ کو پکارنے کے لئے چاہئے۔

☆☆☆☆☆

کنز الطالبین

دعائے مغفرت

1- جناب ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی صاحب کے محترم چچا و سسر جناب عبدالحمید خان نیازی ریٹائرڈ ایڈیشنل جج/ایڈووکیٹ میانوالی اس جہاں فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔

2- سپیشل کلاس کے ساتھی محمد ارشد نیو ٹوکیو الیکٹرونکس فیصل آباد کے والدگرامی انتقال فرما گئے ہیں۔

3- صوفی محمد رمضان صاحب عبدالحکیم کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔

4- پرانے ساتھی ریاض حسین شاہ صاحب گوجرانوالہ کے والد محترم وفات پا چکے ہیں۔

5- عبدالوحید صاحب شیخوپورہ کی والدہ محترمہ انتقال فرما چکی ہیں۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دنیا کے معیاری اور مثالی انسان

دنیا کے اس عظیم استاد نے اپنے عظیم شاگردوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ۲۳ برس تک جو مشاہدہ کیا اور اپنی تربیت کے جو اثرات دیکھے اپنے مشاہدہ اور خداداد بصیرت سے جو دیکھا اس کا اظہار جس انداز سے کیا اس کے چند نمونے پیش کر دیئے ہیں اب رب العٰلمین کے اعلان کردہ نتائج اور رحمتہ اللعالمین کے بیان کردہ کیریکٹر سر ٹیفکیٹ کے بعد جس کو ان سے اختلاف ہے اس کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا وہیں ہوگا جہاں فیصلہ سننے کے بعد کسی کو اس فیصلہ سے اختلاف کی ہمت ہی نہ ہوگی۔

پروفیسر حافظ عبدالرزاق
چکوال

یہ وسیع کائنات جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی ہے' کیا یہ از خود وجود میں آ گئی ہے' یا اس کا کوئی خالق ہے؟ مشاہدہ تجربہ اور عقل تینوں پہلے مفروضے کی تردید کرتے ہیں' کوئی معمولی سی چیز بھی از خود وجود میں نہیں آ سکتی' تو یہ اتنی وسیع کائنات کیونکر از خود وجود میں آ سکتی ہے۔ لہذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ یقیناً اس کا کوئی خالق ہے' پھر یہ بھی مشاہدے کی بات ہے کہ اس کائنات میں جو مخلوق پائی جاتی ہے وہ کئی مختلف انواع پر مشتمل ہے' ان میں انسان وہ نوع ہے کہ اس کو جو قوی عطا کی گئی ہیں اور اس میں جو خصوصیات رکھی گئی ہیں۔ وہ مخلوق کی کسی دوسری نوع میں نہیں پائی جاتی اس لئے اس کو اشرف المخلوقات کہنا بے جا نہ ہوگا۔ تو مخلوق کی چار قسمیں ایسی ہیں جو انسان کے حواس کی زد میں آتی ہیں جمادات' نباتات' حیوانات' اور انسان' تجربہ شاہد ہے' کہ انسان کی حیثیت مخدوم کی ہے اور باقی انواع کی حیثیت خادم کی ہے سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض

مغربی مفکرین۔ چار کی بجائے تین قسمیں قرار دیتے ہیں چنانچہ انسان کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے کہ Man is a social animal. یعنی انسان مل جل کر رہنے والا حیوان ہے اور مشرقیوں کی ایک مشہور اصطلاح ''حیوان ناطق'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' بہر حال یہ جو مل جل کر رہنے کی خصوصیت ہے

میں یکسانیت صرف پوجا پاٹ کی حد تک ہوتی ہے' زندگی کے دوسرے معاملات اس کے دائرے میں نہیں آتے' ہاں مل جل کر رہنے کا ایک سلیقہ وہ بھی ہے جو خالق کائنات نے انسان کو عطا کیا ہے عام لوگ اسے بھی مذہب کہتے ہیں' حالانکہ وہ مذہب نہیں بلکہ اس لئے خالق نے ''دین'' کی اصطلاح اختیار کی ہے' کیونکہ یہ پیدا ہونے سے مرنے تک پوری زندگی کے ہر

> **مل جل کر رہنے کا ایک سلیقہ وہ بھی ہے جو خالق کائنات نے انسان کو عطا کیا ہے عام لوگ اسے بھی مذہب کہتے ہیں' حالانکہ وہ مذہب نہیں بلکہ اس لئے خالق نے ''دین'' کی اصطلاح اختیار کی ہے' کیونکہ یہ پیدا ہونے سے مرنے تک پوری زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔**

اس کا بھی کوئی طریقہ' سلیقہ اور آداب ہیں' جو مختلف ممالک میں مختلف ہیں' ممکن ہے اس کی وجہ آب و ہوا کا اختلاف ہو' ان مختلف طریقوں کو مقام رسم و رواج کہا جاتا ہے' یہ رہنے سہنے' ملنے جلنے اور زندگی کے دوسرے سارے طریقوں پر محیط ہوتے ہیں' باہم مل جل کر رہنے کی صورت مذہب بھی ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں مختلف قوموں نے وضع کئے مگر ان

شعبے کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ خالق مختلف زمانوں میں مختلف ممالک میں اور مختلف اقوام میں اپنے ایسے منتخب نمائندے بھیجتا رہا جو اس دور کے انسانوں کو خالق کی ہدایات پہنچایا کرتے تھے جن کا اصطلاحی نام ''رسول'' ہے چند جلیل القدر رسول جو ہدایات لائے' ان کا نام کتابی صورت میں آج تک مشہور ہے' مثلاً زبور' توریت اور

انجیل جو خاص وقت اور خاص اقوام کیلئے ہدایات ہوتی ہیں' آخر میں قرآن کے نام سے ایک کتاب نازل ہوئی' جس میں پوری انسانیت کیلئے اور قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کیلئے کامل ہدایات موجود ہیں' اس کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ سابقہ کتابیں محفوظ نہ رہ سکیں ان میں لوگوں نے اپنی پسندیدہ تبدیلیوں کا شغل جاری رکھا' لیکن قران وہ کتاب ہے جس میں آج تک ایک لفظ بلکہ حرف یا حرکت تک کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس لئے اس کا ایک اور وصف بھی بیان ہوا ہے' اور وہ ہے ''مھیمن'' جس کے معنی ہیں نگران۔ نگہبان' دیکھ بھال کرنے والا۔ اس لئے سابقہ کتابوں میں جو تبدیلی ہوئی ہے' اس کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ اس کتاب میں خالق کی اس عنایت کا عجیب انداز میں ذکر کیا گیا ہے جب پہلے انسان کو کرہ ارض پر بھیجا گیا تو ظاہر ہے کہ اس کو فکر ہوئی ہوگی کہ نئی جگہ جا رہا ہوں' نہ جانے وہاں کیسے حالات ہوں گے زندگی کیسے گزرے گی' اور خالق تو دل کے راز جانتا ہے چنانچہ اس کو تسلی دی کہ فکر مت کرو' وہاں رہنے کا سلیقہ ہم خود سکھائیں گے تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تاکید کردو کہ ہمارے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر زندگی گزارنے کی حماقت نہ کرنا اور ہم ضمانت دیتے ہیں کہ فاما یاتینکم منی ھدیٰ فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

یعنی جب بھی ہماری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو اس کا اتباع کرے گا اسے نہ خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔ اور زندگی کو موت سے بدتر بنانے والی دو ہی چیزیں ہیں غم اور خوف غم کا تعلق ماضی سے ہے کہ ہائے ایسا کیوں ہوگیا اور خوف کا تعلق مستقبل سے ہے کہ ہائے کہیں ایسا نہ ہو جائے اور یہ دونوں حال کو بدحال کر دیتے ہیں.......... نزول قرآن خالق کائنات کی بہت بڑی نعمت ہے اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے خالق نے سلیقہ بتا دیا کہ وانزلنا الیک

> زندگی کو موت سے بدتر بنانے والی دو ہی چیزیں ہیں غم اور خوف غم کا تعلق ماضی سے ہے کہ ہائے ایسا کیوں ہوگیا اور خوف کا تعلق مستقبل سے ہے کہ ہائے کہیں ایسا نہ ہو جائے اور یہ دونوں حال کو بدحال کر دیتے ہیں

الذکر لتبین للناس مانزل الیھم یعنی اے میرے رسول ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی کہ آپ اس کا مفہوم اور اس کے راز لوگوں کو پوری وضاحت سے سمجھائیں کہ ان کی ہدایت کیلئے کیا انتظام کیا گیا ہے اور یہ کتاب چونکہ ضابطہ حیات ہے اور حیات دو حصوں پر مشتمل ہے نظریہ اور عمل اور یہ دونوں سکھانے کے لئے دو قسم کی ضرورت ہے تعلیم اور تربیت' اس لئے سکھانے والا وہ ہونا چاہئے' جو بیک وقت معلم بھی ہو اور مربی بھی ہو چنانچہ اس کا اہتمام یوں کیا گیا۔

(1) درسگاہ:- فرمایا۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکتہ مبارک وھدیٰ للعلمین. یعنی ہدایت کا چشمہ بیت اللہ سے جاری ہوگا اور یہ ہدایت پوری دنیا میں پھیلے گی۔

(2) معلم اور مربی:-

فرمایا۔ لقد من اللّٰہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھُم یتلوا علیھم ایاتہٖ ویزکیھم ویعلمھُم الکتٰب والحکمتہ.

یعنی یہ اللہ کریم کا ان لوگوں پر احسان ہے جو اس درسگاہ میں داخل ہوں گے کہ ان کا معلم اور مربی انہی کی جنس سے مقرر کیا تاکہ اجنبیت کا احساس بھی ہو اور اس کے ذمے یہ کام لگائے کہ اول ہمارے احکام انہیں پڑھ کر سنائے دوم ان کا تزکیہ کرے یعنی ان کے دل کی دنیا کو سب آلائشوں سے پاک کرے' کیونکہ اس کے بغیر اگلا قدم اٹھانے کا کوئی فائدہ بلکہ الٹا نقصان ہوتا ہے۔ سوئم کتاب کی تعلیم دے۔ چہارم حکمت کی باتیں سکھائے ان میں سے سب سے زیادہ مشکل اور ضروری تزکیہ ہے اور یہ وہی کرسکتا ہے جو سب سے بڑا مزکی ہے۔ سچ کہا کسی عارف نے۔

جستجو ہم کو آدمی کی ہے
وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں
کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں

آدمی آدمی بناتے ہیں

اور واقعی اس مزکی نے وہ آدمی بنائے جن کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔

(3) نصاب:- فرمایا۔ ذالک الکتبُ لاریب فیہ. یعنی نصاب تعلیم یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ یعنی کوئی شک نہیں کہ یہ خالق نے اپنے بندوں کیلئے بھیجی ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب ہدایت ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پوری زندگی کے لئے رہنمائی کا سامان ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قیامت تک کے لئے پوری انسانیت کو رہنمائی کیلئے کافی ہے...... تیز فرمایا:- ان ھذالقرآن یھدی للتی ھی اقوم. یعنی یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

(4) مقصد:- ھوا الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً. یعنی اشرف المخلوب' حسن ن الاعمال کرے۔

(5) متعلم:- عام طور پر تعلیم حاصل کرنے والے کو طالب یا شاگرد کہتے ہیں' لیکن اس عظیم معلم کے متعلمین کے لئے ایک خاص اصطلاح ہے' جو ہر جگہ استعمال ہوتی ہے' اور وہ "صحابہ"

(6) ممتحن:- قاعدہ یہ ہے کہ جس درجے کی درسگاہ ہو اور جس درجے کا نصاب ہو' ان متعلمین کے امتحان کے لئے ایسے ممتحن مقرر کئے جائیں۔

جن کا علم اس درسگاہ کے اساتذہ سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو ضرور ہو' یہ بھی نہیں کہ B,A کے طالب کا ممتحن کسی پرائمری سکول کے ٹیچر مقرر کیا جائے......... اب یہاں یہ مشکل آپڑی کہ جس درگاہ کا معلم اور مربی رحمتہ اللعالمین ہے۔ اس کا ممتحن کون ہو' کیونکہ رحمت اللعالمین سے سینیئر تو کیا خالق نے اس کے برابر کا کوئی پیدا نہیں کیا' اس مشکل کا حل خود خالق نے فرمادیا' اعلان فرمایا:- اولیک

> **متعلم:- عام طور پر تعلیم حاصل کرنے والے کو طالب یا شاگرد کہتے ہیں' لیکن اس عظیم معلم کے متعلمین کے لئے ایک خاص اصطلاح ہے' جوہر جگہ استعمال ہوتی ہے' اور وہ ہے "صحابہ"**

الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی یعنی یہ میرے نبی کے صحابہ اس درجے کے شاگرد ہیں کہ ان کا امتحان خود اللہ نے لے لیا ہے' لیکن امتحان بھی انوکھے طریقے کا ہے کہ فرمایا اولیک الذین امتحن اللہ قلوبھم. یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ انسان جب انسانوں کے ممتحن ہوں تو وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ امتحان دینے والے نے کیا کہا یا کیا کیا۔ لیکن اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے کیا کیا بلکہ اس نے یہ دیکھنا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا کیوں کیا؟ اور اس کیوں کا جواب ہاتھ پاؤں ظاہری اعضائے جسمانی نہیں دے سکتے یہ جواب صرف قلب دے سکتا ہے۔

مگر یہ سوال کرنے کی وجہ کیا ہے۔ کہ کیوں کیا' ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی ایکٹنگ کر کے ممتحن کو یا دیکھنے والے کو دھوکا دے سکتا ہے' مثلاً ایک آدمی رات بھر کھڑا نفل پڑھ رہا ہے' دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ یہ بڑا زاہد عابد آدمی ہے مگر اللہ اس کے رات بھر کی عبادت کو نہیں دیکھے گا' بلکہ اس کے قلب کو دیکھے گا کہ کیوں عبادت کر رہا ہے' اگر قلب نے جواب دیا کہ اللہ کی رضا کے لئے ہے تو واقعی عبادت قرار پائے گی' اگر قلب نے جواب دیا کہ اس لئے کہ لوگوں میں زاہد' عابد مشہور ہو جاؤں تو اللہ کے ہاں لکھا جائے گا کہ رات بھر جہنم میں جلنے کے لئے ایندھن تیار کرتا رہا اور لطف یہ آدمی کتنا بڑا ایکٹر ہو اس کا قلب ایکٹنگ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا معاملہ براہ راست میرے ساتھ ہے۔ یعنی جہاں ایمان کو تمہارے (پسندیدہ بنا دیا) وہاں کفر وفسق اور نافرمانی سے تم کو تنفر کر دیا۔ نافرمانی کی یہی تین صورتیں ہیں۔ اول حق کا بالکل انکار اس کیلئے کفر کا لفظ استعمال کیا۔ دوئم پوری ڈھٹائی اور دلیری سے حق کے خلاف کرنا اس کے لئے لفظ فسوق فرمایا۔ سوئم سستی یا غلطی سے حکم عدولی کر بیٹھنا اس کے لئے لفظ عصیان فرمایا یعنی تمہیں نافرمانی کی ان تینوں صورتوں سے متنفر کر دیا' تقویٰ کا اظہار یا ثبوت عملی زندگی ہی سے ملتا ہے' ایمان کو محبوب بنانا ان کی زندگی

کے نظریاتی پہلو کا کمال اور نافرمانی سے متنفر کرنا ان کی زندگی کے عملی پہلو کا کمال ہے۔

اس کمال کی حقیقت پر غور کریں تو لفظ "کرہ" سے ظاہر ہوتی ہے یعنی خالق نے نافرمانی کو تمہاری فطرت سے ہی خارج کر دیا۔ اُسکی نفرت تمہاری فطرت میں رکھ دی اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی فطرت اُسکی ذات سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔ دیکھ لیجئے شیر بھوکا مرجائے گا لیکن گھاس نہیں کھائیگا۔ یہ اُس کی فطرت کے خلاف ہے اسی طرح صحابہ کرام مرنا قبول کریں گے مگر اللہ کریم کی نافرمانی کی کوئی صورت قبول نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنا انکی فطرت کے خلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ اللہ کریم نے ان کے امتحان کے لئے دو مضمونوں کا ذکر فرمایا اول قلوب، دوم تقوی اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوی. قلوب کا بیان تو ہو چکا۔ تقویٰ کی وجہ کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اخروی کامیابی کے لئے جس طرح قلب سلیم کی ضرورت ہے اسی طرح تقوی بھی ضروری ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

(۱) والعاقبہ للتقویٰ

(۲) ولکن البر من اتقیٰ

(۳) والا خرۃ خیر لمن اتقیٰ

(۴) واللّٰہ ولی المتقین

(۵) والا خرۃ عند ربک للمتقین

(۶) ان المتقین فی جنت ونعیم.

(۷) ان اللّٰہ یحب المتقین

(۸) ان اللّٰہ یحب المتقین.

اس امتحان کے نتیجے میں ان لوگوں کے قلوب کی یہ دونوں کیفیتیں اس پایہ کی ہیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ ان کے ایمان کا درجہ متعین کرتے ہوئے فرمایا۔

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا

یعنی جو لوگ اس طرح ایمان لائیں، جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پر ہوں گے،

نافرمانی کی یہی تین صورتیں ہیں، اول حق کا بالکل انکار اس کیلئے کفر کا لفظ استعمال کیا، دوئم پوری ڈھٹائی اور دلیری سے حق کے خلاف کرنا اس کے لئے لفظ فسوق فرمایا، سوئم سستی یا غلطی سے حکم عدولی کر بیٹھنا اس کے لئے لفظ عصیان فرمایا

صاف ظاہر ہے کہ رحمتہ اللعالمین کے ان شاگردوں کا ایمان مثالی بھی ہے اور معیاری بھی۔ اس لئے اگر کوئی آدمی نما جانوران کا ممتحن بن کر یہ نتیجہ سنائے کہ یہ لوگ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں تھے، تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ بیچارہ رب العلمین کو بھونک رہا ہے......... رہا ان کے قلوب کا دوسرا وصف تقویٰ جس کا تعلق ان کی عملی زندگی سے ہے تو اس کے متعلق رب العلمین نے یہ اعلان فرمایا کہ۔ والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھر خالدین فیھا ابداً ذالک الفوز العظیم.

یعنی وہ مہاجرین اور انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے پر سبقت کی نیز وہ جو بعد میں سچے دل سے ان کا اتباع کریں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی تو عظیم الشاں کامیابی ہے۔

ذرا اس نتیجے پر غور کیجئے سابقون الاولون کی شان یہ ہے کہ صرف وہ خود نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں میں سے جو ان کا اتباع کرے گا وہ بھی انعام کا مستحق قرار پائے گا۔ ہاں یہ بھی دیکھئے کہ لفظ اتباع کا استعمال ہوا ہے اطاعت کا نہیں اور اتباع یہ ہوتا ہے کہ حکم کا انتظار نہیں بلکہ جس کا اتباع کیا جائے اس کی پسند کا ہر کام ہر بات اور ہر چیز دل پسندی بن جائے اور اس کی ہر ناپسند چیز سے دلی نفرت ہو جائے اور یہ صورت صرف اس وقت ہوسکتی ہے جب اس کے ساتھ قلبی محبت ہو، جس کا اتباع کیا جائے گویا ان کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اتباع کے ساتھ احسان کی بھی قید لگا دی یعنی اتباع محض ضابطے کی کارروائی نہ ہو بلکہ قلبی محبت کے جذبے سے ہو پھر ان کے انعامات کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ فرمایا، اول یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوا اللہ کی

رضا حاصل ہونا اتنا بڑا انعام ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی انعام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا پھر اخروی انعامات کا ذکر ہوا کہ ان کے لئے باغوں بھری جنت پہلے سے تیار کی جا چکی ہے' پھر یہ کہ وہاں محض سیر کے لئے نہیں جائیں گے بلکہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور آخر میں اللہ کریم نے فیصلہ سنا دیا کہ یہی تو عظیم الشان کامیابی ہے............ دیکھ لیجئے ان کی پوری زندگی کو اللہ کریم نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونے کی زندگی قرار دیا۔

ایک اور مقام پر اس اتباع کی اہمیت کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا۔ ارشاد ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ یتبع غیر سبیل المومنین نوله. ماتولیٰ ونصله جهنم وساءت مصیراً. یعنی جس کے سامنے ہدایت کی وضاحت کر دی گئی پھر اس نے رسول کی مخالفت کی اور مومنین (صحابہ) کے رستے کو چھوڑ کر کسی اور رستے پر چل پڑا تو ہم اسے اسی حال پر چھوڑ دیں گے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

دیکھ لیجئے یہاں رحمتہ اللعالمین کے شاگردوں کے اتباع کی ضرورت اور اہمیت اور بھی واضح کر دی کہ اس کے بغیر جہنم کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

صحابہ کی چند خصوصیات:-

اس عالم آب وگل میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو بہت زیادہ عزیز ہیں۔ سب سے زیادہ عزیز جان ہے' پھر مال ہے پھر گھر یا وطن ہے ان چیزوں کو قربان کرنا سب سے مشکل کام ہے یہ صرف ایک صورت میں ممکن ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ ان سے بھی زیادہ عزیز کسی چیز کی توقع ہو اور دل میں اس کی خواہش پیدا ہو جائے رحمتہ العالمین کے شاگردوں کو ایک ایسی چیز کی اطلاع مل گئی اور وہ ان تینوں عزیز ترین چیزیں قربان کرنے کے لئے آمادہ ہی نہیں بے قرار ہو گئے اور بالآخر قربانی پیش کر دی وہ عزیز ترین چیز رضائے الٰہی ہے، چنانچہ رب العالمین نے اس کی نشاندہی خود فرما دی ارشاد ہے ورضوان من الله اکبر یعنی اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے' چنانچہ ممتحن نے ان کی اس قربانی یا یوں کہیئے کہ ان تین مضامین میں ان کا امتحان لیا نہیں بلکہ ان کے قلوب کا امتحان لیا اور نتیجہ سنایا

سابقون الاولون کی شان یہ ہے کہ صرف وہ خود نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں میں سے جو ان کا اتباع کرے گا وہ بھی انعام کا مستحق قرار پائے گا

(۱) فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم واوذوافی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنهم سیاتهم ولا دخلنهم جنت تجری من تحتها الانهر ثواباً من عندالله والله عنده' حسن الثواب.

یعنی جن لوگوں نے میری خاطر وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میں یقیناً ان کے سب کے قصور معاف کر دوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے.......... یہ سورۃ آل عمران کی آیت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ان کا نمبر ۸۹ ہے اس میں صحابہ کی ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے عمل کی قبولیت کا اعلان ہی نہیں کیا گیا بلکہ قبولیت کا مژدہ سنایا گیا۔

(۲) الذین امنوا وهاجروا وجاهدو فی سبیل الله باموالهم وانفسهم اعظم درجته عندالله واولٰئیک هم الفائزون۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان ومال سے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان لوگوں کا درجہ سب سے بڑا ہے اور یہی لوگ تو کامیاب ہیں یہ آیت سورۃ التوبہ کی بیسویں آیت ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر ۱۱۳ ہے یعنی قرآن کریم کی آخری سے پہلی صورت ہے یعنی اس کے بعد رب العلمین کی طرف سے بندوں تک کوئی پیغام نہیں آیا اور اس آخری اعلان میں اللہ کریم کے متعلق دو نتائج بتائے۔ اول یہ کہ اللہ کے نزدیک انکا درجہ اعظم یعنی سب سے بلند ہے دوم یہ کہ اصلی

کامیاب تو یہی لوگ ہیں۔ (۳) والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جنہوں نے ان کو پناہ دی اور مدد کی۔ وہی تو سچے مومن ہیں ان کے لئے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔

یہ سورۃ الانفال کی آیت ترتیب نزولی میں اس کا نمبر ۸۸ ہے اس میں اللہ کریم نے مہاجرین وانصار کی تصریح کے ساتھ صحابہ کے امتحان کے نتیجہ میں تین امور کا اعلان فرمایا اول یہ کہ سچے مومن تو یہی ہیں دوئم یہ کہ بشری کمزوری کے تحت اگر ان سے کوئی لغزش یا خطا ہوئی یا آئندہ ہوگی وہ معاف اور سوم یہ کہ ان کے لئے بہترین رزق کا سامان موجود ہے۔

(۴) لکن الرسول والذین امنوا معہ' جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحونo

یعنی اللہ کے رسول نے اور ان لوگوں نے جو اللہ کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور اپنی جان ومال سے جہاد کیا ساری بھلائیاں انہی کیلئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں (۹۔۸۸) یہ آیت بھی سورۃ التوبہ کی ہے جس کے نازل ہونے کے بعد نزول قرآن کا سلسلہ ختم ہوگیا اس میں اللہ کریم نے صحابہ کا نتیجہ سناتے ہوئے دو باتوں کا اعلان فرمایا اول یہ کہ زندگی کی سب بھلائیاں ان کے لئے ہیں دوئم یہ کہ فلاح پانے والے وہی تو ہیں......... جان' مال اور گھر بار اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے تینوں مضامین میں صحابہ کی شاندار کامیابی کے اعلان کے علاوہ رب العلمین نے ایک اور حقیقت کا اعلان بھی فرمایا جس سے ہم بخوبی واقف ہیں........."یہ کہ ہر امتحان میں بیٹھنے

> زندگی کا ایک نہایت اہم پہلو معاملات ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں رہ کر کوئی آدمی دوسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے

والے قابلیت کے اعتبار سے یکساں درجہ کے نہیں ہوتے اس لئے جب نتیجہ کا اعلان ہوتا ہے تو کوئی فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں کوئی سیکنڈ ڈویژن میں وغیرہ' تو اللہ کریم نے بھی صحابہ کے نتیجہ کے اعلان میں دو درجوں کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل' اولئک اعظم درجتہ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعداللہ الحسنیٰ (۵۷۔۹)

یعنی تم لوگوں میں سے جو فتح کے بعد مال خرچ کریں گے' اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے' جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد میں جہاد کرنے والوں سے بہت بلند ہے ہاں اللہ نے سب کے ساتھ اچھے وعدے فرمائے ہیں۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

معاملات:-

زندگی کا ایک نہایت اہم پہلو معاملات ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں رہ کر کوئی آدمی دوسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے' اس کے دو حصے ہیں' ایک ہے اپنے خالق کے ساتھ معاملہ اور دوسرا ہے مخلوق کے ساتھ تعلق۔ تو اس پہلو کے متعلق رب العلمین صحابہ کے متعلق یہ نتیجہ سنایا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ' اشداء علی الکفار رحماء بینھم' تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود' ذالک مثلھم فی التورٰۃ ومثلھم فی الانجیل۔

یعنی محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے ان کو رکوع وسجود میں پاؤ گے اور انہیں اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مشغول پاؤ گے' سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں' جن سے وہ لوگ الگ پہچانے جاتے ہیں ان کے اوصاف تورۃ اور انجیل میں موجود ہیں۔ باہمی میل جول اور

تعلقات کے سلسلے میں ان کے نزدیک آدمی دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے خالق کے باغی اور اس کے دشمن ہیں ان کے لئے ایک اصطلاح کفار استعمال ہوتی ہے' ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں یہ بڑے سخت ہیں نہ دبتے ہیں اور نہ جھکتے ہیں اور دوسری قسم اللہ والے لوگ ہیں یہ اس دور میں وہی تھے جو رحمتہ اللعالمین کے شاگرد تھے ان کے ساتھ یہ نہایت نرمی شفقت اور محبت سے پیش آتے ہیں' یعنی ایسے محتاط ہیں کہ حق اور باطل کی پہچان رکھتے ہیں اور اہل حق اور اہل باطل کے ساتھ اپنی اپنی نوعیت کا معاملہ کرتے ہیں اور جہاں تک خالق کے ساتھ معاملہ کا تعلق ہے' زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا رویہ ہوتا ہے' گویا ہر وقت اللہ کے سامنے رکوع میں یا سجدے میں پڑے اور ان کا یہ رویہ کسی خودغرضی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی دھن ہے اور ان کی یہ صفات پہلی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہیں گویا اللہ کریم نے مخلوق کو بہت پہلے یہ مژدہ سنا دیا تھا' کہ میں ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں۔

خصوصی انعامات :- رب العلمین نے صرف ان کے نتائج کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ ان کے لئے خصوصی انعامات کا اعلان بھی فرمایا اور اس کے لئے اسلوب بیان یہ اختیار فرمایا کہ ہر انعام اولٰئک اور ہم کے ساتھ فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس انعام حقیقی کے مستحق تو یہی لوگ ہیں۔

(۱) اولیک ھم المتقون. سورۃ زمر نزولی ترتیب میں نمبر ۵۹ متقی ایک خاص اصطلاح ھے اس کی حقیقت اللہ کریم نے سورۃ البقرہ میں بیان فرمائی ارشاد ھے لیس البران تو توا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملٰئکتہ والکتب والنبین واتی المال علی حبہٖ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب وانام الصلوۃ واتی الذکوۃ والموفون بعھدھم اذا عھدوا والصبرین فی لباساء والضراء وحین الباس اولٰیک الذین صدقوا واولٰیک ھم المتقون o

> حیرت کا مقام یہ ہے کہ اس آسمان کے نیچے ایسے دانشور بھی پائے جاتے رہے ہیں جو رب العلمین کو نہ تو ان کا ممتحن ماننے کیلئے تیار ہیں نہ رب العلمین کے سنائے ہوئے نتائج سے متفق ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ہم ان لوگوں سے صدیوں بعد پیدا ہونے کے باوجود حقیقی ممتحن ہیں اور لطف یہ کہ ان کے بیان کردہ نتائج رب العلمین کے نتائج سے مختلف ہی نہیں بالکل الٹ بھی ہیں

غور فرمائیں' زندگی کا کون سا شعبہ ہے اور انسا ن کی کون سی خوبی ہے جو وصف تقویٰ اور متقی کے دائرے میں موجود نہیں۔

(۲) اولٰئک ھم المومنون حقا۔ الانفال' نزولی ترتیب میں نمبر ۸۸ صرف مومنوں نہیں لفظ حقا کے اضافہ کے ساتھ۔

(۳) اولٰیک ھم المفلحون۔ سورۃ حشر نزولی ترتیب نمبر ۱۰۱۔

(۴) اولٰئک ھم الراشدون۔ سورۃ الحجرات نزولی ترتیب نمبر ۱۰۲۔

(۶) اولٰئک ھم الفائزون۔ سورۃ التوبہ ترتیب نزولی نمبر ۱۱۳۔

حیرت کا مقام یہ ہے کہ اس آسمان کے نیچے ایسے دانشور بھی پائے جاتے رہے ہیں جو رب العلمین کو نہ تو ان کا ممتحن ماننے کیلئے تیار ہیں نہ رب العلمین کے سنائے ہوئے نتائج سے متفق ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ ہم ان لوگوں سے صدیوں بعد پیدا ہونے کے باوجود حقیقی ممتحن ہیں اور لطف یہ کہ ان کے بیان کردہ نتائج رب العلمین کے نتائج سے مختلف ہی نہیں بالکل الٹ بھی ہیں اور ان کو اپنے بیان کردہ نتائج پر بڑا ناز بھی ہے بے اختیار اکبر الہ آبادی کی بات یاد آجاتی ہے۔

دید کے قابل ہے اب اس الو کا فخر و ناز ہے
جس کو صاحب نے کہا تو آنریری باز ہے

ایسے آنریری باز گذشتہ صدیوں میں کئی ایک منصۂ شہود پر آئے ہیں۔

سہو و خطا :-انسان خطا کا پتلا ہے صرف انبیاء کرام وہ ہستیاں ہیں جو ہر خطا سے پاک ہیں رحمتہ اللعالمین کے ان شاگردوں سے جب کبھی غلط فہمی' اجتہادی غلطی یا کسی بشری کمزوری کی وجہ سے کسی موقع پر کما حقہ تعمیل حکم نہ ہو سکی تو

آنریری بازوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو یہ باغی ہیں، نافرمان ہیں، مگر رب العالمین نے جوان کا ممتحن ہے ان کی ہر خطا کی معافی کا اعلان کر دیا اور وہ بھی نہایت تاکید کے ساتھ مثلاً (۱) لا کفرن عنهم سیاتهم پہلے "ل" پھر نون تاکید ثقیلہ اور ساتھ ہی اس تاکید کے ساتھ ولادخلنهم جنات یعنی ضرور لازماً اس جنت میں داخلہ ملے گا۔

(۲) لقد عفیٰ عنكم

(۳) ولقد عفا الله عنهم

(۴) لقد تاب الله وغیرہ

دنیا میں صرف یہی وہ جماعت ہے، جنہیں اسی زندگی میں ہر خطا کی معافی کا مژدہ سنا دیا گیا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

المیہ یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا زریں دور حضور اکرم کا زمانہ ہے اور آخری خلیفہ راشدہ ۴۰ ہجری میں فوت ہوئے اور اسلامی تاریخ لکھنے والا پہلا مورخ محمد بن اسحاق ہے جو ۱۵۱ھ میں فوت ہوا یعنی اسلام کے زریں دور میں وہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ نہ اس کی لکھی ہوئی تاریخ ظاہر ہے کہ سنی سنائی باتوں کے مجموعہ کے سوا کیا ہو سکتی ہے، اس کی دوسری خصوصیت میزان الاعتدال میں لکھی ہے کہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، دروغ گو اور کذاب ہے تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مجوسی النسل شیعہ تھا۔ یعنی ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا اور شیعہ مذہب میں جھوٹ نہیں تقیہ ۹/۱۰ حصہ دین ہے اب اگر کوئی آنریری باز اس تاریخ کی بنا پر رب العلمین کے بیان کردہ نتیجے کو ٹھکرا دے اس کے متعلق مثل عامہ کیا کہتی ہے، بعد میں آنے والے مورخین زیادہ تر اسی حوالے سے بات کرتے ہیں۔ اس کے بعد مورخین میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ابومخنف ۱۷۰ھ، واقدی ۲۰۶ھ، ابن سعد ۲۲۹ھ، یعقوبی ۲۸۰ھ بلاذری ۲۷۹، طبری ۳۰۲ وغیرہ

ان لوگوں کی سنی سنائی باتوں کو اللہ کریم کے فیصلوں کے مقابلے میں لانا بے جا دلیری بلکہ

لوگوں کی سنی سنائی باتوں کو اللہ کریم کے فیصلوں کے مقابلے میں لانا بے جا دلیری بلکہ ڈھٹائی ہے

ڈھٹائی ہے پھر ان کے بیان کو اللہ کریم کے فیصلوں پر ترجیح دینا گیا ہے اس کے لئے کوئی لفظ وضع ہی نہیں ہوا، ہاں ایک مرکب وضع ہوا ہے عددوالا .... والله یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیمo

ہاؤس رینٹ :- قاعدہ ہے کہ کالج ہو یا یونیورسٹی اعلیٰ جماعتوں کے امتحانات بورڈ یا یونیورسٹی لیتی ہے اور ان امتحانوں کے لئے ممتحن بھی بورڈ ہی کرتے ہیں، پھر جب ان امتحانات کا نتیجہ نکلتا ہے تو اس کا گزٹ شائع کیا جاتا ہے اس گزٹ میں جو نتیجہ درج ہوتا ہے وہ ملک میں زندگی کے ہر شعبے اور سرکار کے ہر محکمے میں حرف آخر سمجھا جاتا ہے، اور قانونی طور پر صحیح تسلیم کیا جاتا ہے مگر حیرت ہے کہ جس جماعت کا ممتحن خود رب العلمین ہو اور نتیجہ اس گزٹ میں شائع ہو جسکے متعلق رب العلمین کا ارشاد ہے کہ ذالک الکتب لاریب فیه اور پھر بڑے دلیر ہیں وہ لوگ جو رب العلمین کے بندے ہونے کے مدعی بھی ہوں اور اس نتیجہ کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں بلکہ دعویٰ یہ ہو کہ اصل ممتحن ہم ہیں اور ہمارا شائع کردہ نتیجہ درست ہے رب العلمین کا شائع کردہ نتیجہ ہم تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ یونیورسٹی کا نتیجہ صرف یہ اعلان ہوتا ہے کہ امیدوار نے سوال کا صحیح جواب دیا ہے یا نہیں اور جواب دینے کا سلیقہ درست ہے یا نہیں اس سے غرض نہیں ہوتی کہ امیدوار بحیثیت انسان اور بحیثیت سوسائٹی کا ایک فرد ہونے کے کیا ہے اور کیسا ہے اور رب العلمین نے جو نتیجہ شائع کیا وہ اس امر کا نہیں کہ اس نے کیا لکھا ہے، بلکہ اس کے قلب کا امتحان لے کر جو نتیجہ شائع کیا ہے وہ اس امر کا نتیجہ ہے کہ امیدوار میں مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا اس مقصد کے پورا کرنے میں اس کی پوزیشن کیا ہے......... خیر یہ تو حقیقت کا ایک اہم ترین رخ ہوا دوسرا رخ ایک اور ہے وہ یہ کہ دوران تعلیم استاد وقتاً فوقتاً ہاؤس رینٹ لیتے رہتے ہیں، ان کا نتیجہ بھی سناتے رہتے ہیں اور آخر میں ایک سرٹیفکیٹ بھی دیتے ہیں جس میں شاگرد کی

شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اسی طرح اس جماعت کے استاد نے جو رحمتہ اللعالمین ہے' اور انسانوں کو صرف سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھتا بلکہ رب العلمین اسے جو بصیرت عطافرمائی اس سے بھی اپنے شاگردوں کو دیکھتا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم استاد نے جو نتائج شائع کئے تھے ان کا کچھ حصہ بیان کر دیا جائے۔

سرکاری گزٹ میں رحمتہ اللعالمین کے ان عظیم شاگردوں کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے رب العلمین نے ان کے مختلف مدارج کئے ہیں مثلاً سب سے اعلی درجے کے شاگردوں کے متعلق نزولی ترتیب کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سے پہلی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں سابقون الاولون کو سب سے اعلی درجے کا کامیاب قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ صرف یہی انعام کے مستحق نہیں بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والا کوئی انسان جو ان کا اتباع کرے گا اس کے لئے بھی پیشگی تین انعامات کا اعلان ہے سابقون الاولون کون ہیں اس کے متعلق ابن کثیر نے تفسیر میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں سندوں کے ساتھ دو قول نقل کئے ہیں اول یہ کہ سابقون الاولون وہ حضرات ہیں جنہوں نے نبی رحمت ؐ کے ساتھ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی یہ قول ابوموسیٰ اشعری' سعید بن المسعیب' ابن سیرین اور حسن بصری کا ہے دوم یہ کہ جو لوگ بیعت رضوان میں شریک ہوئے یہ قول امام شعبی سے روایت کیا گیا ہے۔

رحمته اللعالمین نے ان میں سے بھی سب سے اعلیٰ دو شاگردوں کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **انی لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ الترمذی عن خدیفه (مشکوٰۃ)**

یعنی فرمایا میں نہیں جانتا میں تم میں کب تک رہوں گا۔ تو میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدار

> **یعنی تم میں سے میرے بعد جو زندہ رہے گا۔ وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر جمے رہنا**

کرنا معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات حضور اکرمؐ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں جبھی تو صرف اطاعت کا نہیں اقتداء کا حکم دیا' اقتداء کیا ہوتی ہے؟ وہی جو مقتدی کرتا ہے کہ امام کی ہر حرکت کی ہو بہو نقل کرتا ہے یہ نتیجہ ایسا تھا جس کے متعلق اس گروہ کے سب حضرات جانتے تھے چنانچہ مختلف پیرائیوں میں اظہار ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً کنز العالی میں ابوہریرہ سے روایت ہے فرمایا **ابوبکر خیر الاولین وخیر الاخرین وخیر اهل السمٰوٰت وخیر اهل الارض الالنبین والمرسلین** اسی کنز العمال میں حضرت علی سے روایت ہے کہ **خیر هذه الامته بعد نبیها ابوبکر وعمر**۔ اور اسی میں جابر سے روایت ہے کہ فرمایا۔ **لایحب ابابکر و عصر الاomن ولا ینبغضهماالامنافق.**

(۲) فرمایا۔ **فانه' من یعیش منکم من بعد فیری اختلاف کثیراً فعلیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین المهدین(مشکوٰۃ)**

یعنی تم میں سے میرے بعد جو زندہ رہے گا۔ وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر جمے .... یعنی اپنے خاص چار شاگردوں کی سنت پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ان میں سے پہلے دو کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تیسرے حضرت عثمان ہیں چنانچہ کنز الاعمال میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ **عثمان احیٰ امتی واکرمها. عن ابن عمر** اور چوتھے حضرت علی ہیں' ان کے متعلق کنز الاعمال میں ہے کہ فرمایا **سنی احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب الله** پھر ان چاروں کے متعلق فرمایا۔ **لا یجتمع جب هولاء الاربعته فیقلب منافق ابوبکر' عمر' عثمان' علی عن انس (کنز لاعمال)**

خلفائے راشدین نے دین کی جو خدمت کیہے اس کا ذکر اجمالی طور پر یہ ہے کہ (ا) وصال نبوی کے وقت ۹ لاکھ ۵۰ ہزار مربع

میل میں اسلامی دعوت پہنچ چکی تھی، حضرت ابوبکر کے دور میں ۷۵ ہزار مربع میل علاقہ فتح ہوا اور اسلام کی دعوت پہنچی، حضرت عمر کے عہد میں ۱۳ لاکھ ۱۳ ہزار مربع میل حضرت عثمان کے زمانے میں ۲۱ لاکھ ۲۵ ہزار مربع میل فتح ہوا اور وہاں اسلام پہنچا، اور عہد مرتضوی تو خانہ جنگیوں کی نذر ہو گیا خلافت راشدہ کے دوران ۳۵ لاکھ ۱۳ ہزار مربع میل میں اسلام کی دعوت پھیلی

(۳) اہل بدر کے متعلق فرمایا۔ عن رفاعه بن نافع قال جاء جبرئيل الى النبى ﷺ فقال ماتعدون اهل بدر فيكم قال من افضل المسلمين او كلمته نحوها قال وكذالك من شهد بدر امن الملٰئكته (مشكوة بحواله بخارى)

(۴) **اهل خديبيه** :-عن جابر قال كنا يوم الخديبيه الفا واربعمائته قال لنا النبى ﷺ انتم اليوم خير اهل الارض (مشكوة. متمق عليه)

(۵) **الانصار** :- قال البراء سمت رسول الله ﷺ يقول . الانصار' لا يحبهم الامومن ولا يبغضهم الامنافق فمن احبهم احبه الله ومن ابغضهم ابغضه الله (مشكوة. مستفق عليه)

(۶) ان الله اختارنى واختارلى اصحابى واصهارى وسياتى قوم يسبونهم وينقصونهم فلا تجالسوهم ولاتشاربوهم ولا تواكوهم ولا تناكحوهم (كنز الاعمال عن انس)

(۷) تمام صحابہ کے متعلق :- فرمایا اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم (مشكوة) یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں (کوئی زیادہ روشن کوئی کم روشن) تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے (عيون لاخبار الرضا)

ایک مقام پر تو رحمتہ اللعالمین ﷺ کون سا ہے تو حضور اکرم ﷺ کسی کا نام نہیں لیا بلکہ اس کے اوصاف یا اس کی شناخت بتادی اور فرمایا ما انا علیہ واصحابی یعنی اس ملت کی خصوصیت یا شناخت یہ ہے کہ وہ میری سنت پر اور میرے صحابہ کی سنت پر چلنے والے لوگ ہوں گے گویا حضور اکرم ﷺ نے فیصلہ سنا دیا کہ دین اسلام دراصل اتباع صحابہ کا نام ہے۔

دنیا کے اس عظیم استاد نے اپنے عظیم شاگردوں کے انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ۲۳ برس تک جو

خلافت راشدہ کے دوران ۳۵ لاکھ ۱۳ ہزار مربع میل میں اسلام کی دعوت پھیلی

کے ان شاگردوں کے مقام اور ان کی شان اس انداز سے بیان فرمائی کہ جس سے بلند مقام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فرمایا نبی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، آگے نتیجہ سنایا کہ كلهم فى النار الاملته واحدة یعنی وہ سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک ملت کے تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک

مشاہدہ کیا اور اپنی تربیت کے جو اثرات دیکھے اپنے مشاہدہ اور خداداد بصیرت سے جو دیکھا اس کا اظہار جس انداز سے کیا اس کے چند نمونے پیش کر دیئے ہیں اب رب العٰلمین کے اعلان کردہ نتائج اور رحمتہ اللعالمین کے بیان کردہ کیریکٹر سرٹیفکیٹ کے بعد جس کو ان سے اختلاف ہے اس کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا وہیں ہو گا جہاں فیصلہ سننے کے بعد کسی کو اس فیصلہ سے اختلاف کی ہمت ہی نہ ہو گی۔ ☆☆☆

کلامِ شیخ

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گردسفر، نشان منزل، متاع فقیر، آس جزیرہ، دیدہ تر، کونسی ایسی بات ہوئی ہے، سوچ سمندر شائع ہو چکے ہیں۔

سیماب اویسی

چند گھڑیوں کے لئے جالی اقدس کے قریب
بعد مدت کے مجھے اس جگہ لایا ہے نصیب
اس حضوری پہ بھی دربان خفا ہوتا ہے
کیا خبر اس کو غم ہجر بھی کیا ہوتا ہے
ہے وظیفہ میرا ان پہ ہو درود اور اسلام
یوں شب وروز لیا کرتا ہوں محبوب کا نام
ان کی برکات کو پا لیتا ہوں دل کے اندر
اک جہاں اور بسا لیتا ہوں دل کے اندر
ہو کرم ان کا تو لگتی ہے یہ دوری بھی قریب
شکر ادا کیسے ہو گر دولت عقبہ ہو نصیب
حاضری در کی ترے شان الگ رکھتی ہے
چاند چہرے کی یہاں دیکھ ادا سجتی ہے
اک ذرا صبر تو کر، ٹھہر تو جا، دیکھنے دے
مجھے اس نور کے ہالے کا مزہ دیکھنے دے
چند کرنوں کو تو دل میں بھی اتر جانا ہے
میں چلا جاؤں گا سیماب مجھے جانا ہے

☆...... جدہ سے دوبئی دوران پرواز

شیخ سے توقعات

تحریر۔ امیر محمد اکرم اعوان

کسی فارسی شاعر کا بڑا پرانا شعر ہے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

پل بھر میں محبوب کی محفل ختم ہو گئی، اور ابھی ہم نے پھول کو جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا کہ بہار کا موسم جاتا رہا۔

اللہ جل شانہ کا یہ احسان ہے کہ اس افراتفری، نفانفسی اور داروگیر کے زمانے میں اللہ رب العزت نے حضرت شیخ مولانا اللہ یار خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ہمیں اپنی یاد سے اپنی فکر سے اپنے ذکر سے نوازنے کا سبب بنایا اور یہ اس کا احسان ہے کہ ایسی عظیم ہستی کے ساتھ وابستہ فرمایا۔ آج کے زمانے میں اور بالخصوص وطن عزیز میں ہندو معاشرے کی ملاوٹ اور آمیزش سے شیخ کا مقام مجروح ہوا اور اسی وجہ سے ہمارے ہاں شیخ سے اس کے منصب سے وہ توقع نہیں رکھی جاتی جو اس کا اصل مقصد ہے بلکہ اس کے برعکس اس طرح کی توقعات منسوب کی جاتی ہیں جن کا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے منسوب کرنا جائز نہیں اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے منسوب کرنا روا نہیں۔ ہم غلطی سے غلط فہمی سے شیخ کو اپنی مشکلات کا حل، اپنی پریشانیوں کا علاج، اپنی مصیبتوں کا مداوا اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سبب سمجھ بیٹھتے ہیں، اور ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کریم جنہیں یہ مناصب عطا فرماتا ہے ان پر آزمائش ہماری نسبت زیادہ ہوتی ہے ایسے بندگان خدا دنیوی مشکلات ماوشما کی نسبت زیادہ فیس (Face) کرتے ہیں۔ بیماریاں دوسروں کی نسبت زیادہ بھگتتے ہیں۔ دوسروں کی نسبت زیادہ تکالیف اٹھاتے ہیں اور یہی سنت نبویؐ ہے حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے سب انبیاء کی نسبت زیادہ تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔

شیخ سے ہمیں جس کام کی توقع رکھنی چاہئے وہ صرف اور صرف ایک ہے کیوں کہ ایک اور صرف ایک بات جو ہم شیخ سے حاصل کر سکتے ہیں وہ ایک بات جو دنیا اور مافیہا سے قیمتی ہے اور جو بغیر کسی ایسی ہستی کے حاصل نہیں ہوتی جسے واقعی برکات نبویؐ حاصل ہوں۔ وہ ہے اللہ سے تعلق، کتنی عجیب بات ہے کہ جو سب سے قریب تر ہے۔ جو شہ رگ سے بھی قریب ہے جو ہمارے ہماری ذات، ہماری فکر، ہماری سوچ سے بھی ہمارے زیادہ قریب ہے اس سے رشتہ بنانا کتنا دشوار ہے۔ کتنا مشکل ہے اور کتنا اہم کام ہے!

نبیؐ مبعوث ہوئے تو روئے زمین پر کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جس کا رب کے ساتھ رشتہ ہو۔ جو جانتا ہو اللہ کون ہے؟ اللہ کیا ہے؟ اس کی ذات کیسی ہے؟ اس کی صفات کیسی ہیں؟ زمین انسانوں سے تب بھی آباد تھی حکومتیں تھیں، ریاستیں تھیں، سلطنتیں تھیں، کاروبار تھے، تجارت تھی، سرمایہ تھا، دنیا کا سارا نظام رواں دواں تھا، تاہم چلانے والے کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ جاننا آسان نہیں تھا کہ اس کی ذات کو آپ اپنے دماغی علوم اپنی ذہنی کاوشوں، اپنے خیالات وتصورات سے نہیں جان سکتے کہ اس کو جاننے کا آلہ دماغ نہیں دل ہے، اور دماغی علوم عالم اسباب میں تقسیم کیے گئے۔ نیز دماغی علوم میں ان لوگوں نے بھی مہارت حاصل کی جنہیں نور ایمان نصیب نہ ہوا اس لئے کہ وہ ظاہری عالم اسباب میں بانٹ دیئے گئے۔ جبکہ دلوں کا علم انبیا علیہ اسلام نے بانٹا۔ ساری کائنات کو جو ملا وہ محمد رسولؐ نے بانٹا اور آپؐ نے حق فرمایا۔

اللہ عطا فرماتا ہے میں گنتا جاتا ہوں

اس نعمت کے حصول اس نعمت کے پانے، اس نعمت سے بہرہ ور ہونے کی کوئی تو شناخت ہو گی کوئی دلیل تو ہو گی کوئی ذریعہ کوئی اس کا حال، کوئی اس کا حلیہ، کچھ تو ہو گا جس سے یہ پتہ چلے کہ شیخ کے پاس یہ نعمت ہے، یہ دولت ہے، اس سے پہلے بات جو رب کے بندے کو نصیب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے اللہ کے ہونے کا یقین ہو جاتا ہے اور اگر یہ دولت نہ ہو تو وہ مانتا ہے مگر

یقین مشکل ہوتا........ جب کہ........ ماننا اور بات ہے اور یقین کرنا اور بات ہے۔ قرآن حکیم نے یومنوں کا لفظ استعمال فرما کر پھر سے آخرت کی تخصیص فرماتے ہوئے فرمایا۔

وبالاخرۃ هم یوقنون

حالانکہ ایمان بالاخرت یومنون میں شامل تھا۔ اس لئے فرمایا حرمت ماننا کافی نہیں، یقین چاہئے اور یقین کے موجود ہونے کا پتہ تب چلتا ہے جب ہم عملی زندگی میں بھی اس بات پر بھروسہ کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں اس کا یقین حاصل ہے۔ جب ہم مانتے ہیں لیکن کہتے ہیں بات درست ہے مگر فی الوقت اس پر عمل کرنا...... محال ہے...... تو یہ ایمان تو ہے۔ یعنی کفر نہیں ہے لیکن اس میں یقین نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے جو جذبہ دیا، جو فکر دی، جو جنون عطا فرمایا وہ یہ تھا جو حضورؐ نے فرمایا انہیں اس دور میں کسی صحابیؓ نے یہ عرض نہیں کیا کہ یا رسول اللہؐ اس معاشرے میں یہ مشکل ہے۔ آپ اس دور کی پوری تاریخ اسلام تلاش کر کے کسی ایک صحابیؓ کا کوئی ایک بھی قول پیش نہیں کر سکتے...... جس نے کہا ہو...... کہ روئے زمین پر ایک معاشی نظام ہے...... یا رسول اللہؐ روئے زمین پر ایک سیاسی نظام ہے...... بادشاہ چلتے جاتے ہیں۔ بادشاہت ہے یا جس طرح قبائل بنتے ہیں سرداریاں ہیں...... روئے زمین پر ایک انصاف کا طریقہ کار مقرر ہے اور جو ہر قوم کا اپنا اور مختلف انداز میں ہے...... پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دو چار دس پانچ بندے وہ بھی کمزور غلام ضعیف اور مکہ مکرمہ کی دور افتادہ آبادی سے اٹھ کر...... وہ...... یہ بات کریں کہ روئے زمین کے اس نظام کو بدل دینا چاہئے...... یہ کیسے ممکن ہے؟ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے...... جو بھی حضور ﷺ نے فرمایا سب نے کہا یہی حق ہے اور یہ کہ اس کے مقابل جو ہے وہ باطل ہے...... حق کے لئے بقا ہے اور باطل کو فنا ہونا ہے۔ یہ یقین ہے...... اور اس کے مقابلے پر آج کا یہ حال کہ اللہ کا ارشاد درست ہے۔ نبیؐ کا ارشاد درست لیکن حالات اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا کرنا مشکل ہے...... یہ ایمان ہے یقین نہیں ہے۔

برکات نبویؐ سے...... محبت شیخ سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے جو ہونا چاہئے...... ضروری ہے اور اگر ایسا نہیں ہو رہا تو یا تو اول بات یہ ہے کہ شیخ ہی نقلی ہے نقل کر کے بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں...... لیکن اگر صورتحال یہ ہو کہ کچھ لوگوں کو نصیب ہوتا ہے کچھ کو نہیں تو پھر غلطی اس شیخ کی صحبت میں نہیں۔ پھر ایسے میں حاصل کرنے والوں کا اپنا قصور ہے...... کیونکہ شیخ میں نقص ہوتا تو کسی کو بھی وہ یقین کی دولت نہ ملتی۔ علماء حق نے بھی شیخ کی شناخت یہی لکھی ہے کہ اگر شیخ صحیح ہو تو اس کی صحبت میں رہنے والوں میں یہ دیکھنا چاہئے کہ کسی میں بھی مثبت تبدیلی نہیں آتی تو پھر وہ شیخ نہیں مکر کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ شیخ کا جعلی حلیہ بنا کے بیٹھا ہوا ہے...... لوگوں کو ٹھگنے کے لئے لیکن اگر کچھ خوش نصیبوں کو مثبت تبدیلی نصیب ہوتی ہے ان کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ ان کے دل اللہ کی ذات کو اپنے قریب محسوس کرتے ہیں۔ اللہ پر اعتماد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ پر انہیں بھروسہ ہوتا ہے اپنی باتیں اپنا دکھ اللہ کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ اللہ سے باتیں کرتے ہیں۔ اس سے کرم کے امیدوار رہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ شیخ کو تو اللہ نے وہ نعمت دی ہے جو کسی کو مل رہی ہے...... پھر جنہیں نہیں مل رہی انہیں سوچنا پڑتا ہے کہ قصور کہاں پر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ سے ہمیں جس کام کی توقع رکھنی چاہئے وہ صرف اور صرف ایک ہے کیوں کہ ایک اور صرف ایک بات جو ہم شیخ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ ہے اللہ سے تعلق